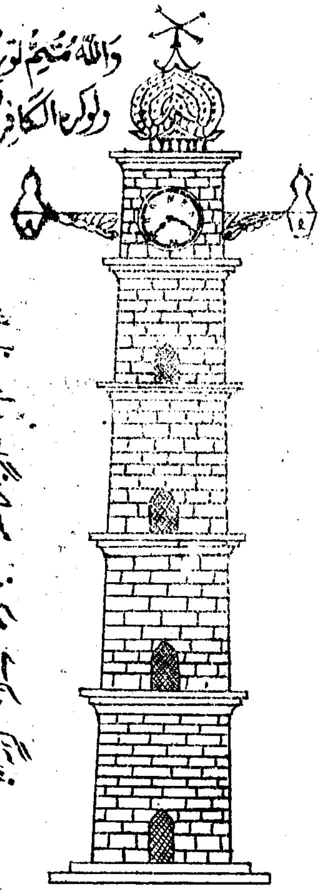
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

انہ اوی القریۃ



وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

الحکم

دارالامان حضرۃ قادیاں

چہ گویم باتو گر آئی بپا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد	مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء مطابق ۱۸ محرم روز شنبہ۔	نمبر ۱۴

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

گذشتہ اشاعت سے آگے

پس یہہ میری نیت اور غرض تھی چنانچہ جب میں نے اسکو شروع کیا اور جب مصرع لکھا ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے۔ تو دوسرا مصرع الہام ہوا۔ اگر یہہ جڑ رہی سب کچھہ رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے۔ قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اُس کی نمازیں بھی بیفائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں چنانچہ اسکی طرف اشارہ کرتے سعدی کہتا ہے

کلید در دوزخ است آن نماز
کہ در چشم مردم گذاری دراز

ریاءالناس کے لیے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو لیکن وہ بالکل بے سود اور اُلٹا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقرا خدا تعالیٰ کیلئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کیلئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کیواسطے کرتے ہیں انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئیگا۔ اور یہہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئیگا اسلئے امرا میں داخل ہونے کے واسطے یہہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر اُن کو رنگ لیتے ہیں اور ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنیکے لیے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنیکے واسطے جب وہ کسی کے ہاں کھانیکے وقت پہنچتے ہیں اور وہ کھانے کیلئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤنگا مجھے کچھہ عذر ہے اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ مجھے روزہ ہے۔ اس طرح پر حالات اُن کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت و شہرت کیلئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کیواسطے ہو رہے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اسلئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پروا کیوں کریں جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ اُسکو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں اُنپر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے۔ اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ اُنمیں ریاکاری مدنظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر و تحدیث بالنعمت ہوں تو اُس کے لیئے کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمارے علماء تو یہانتک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا اور ڈاکخانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہانتک جن لوگوں کی حالت پہنچ جاوے اُن کے پاگل یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ یہ حماقت ہے دیکھنا یہ چاہیئے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا اگر ان امور میں سے کوئی بات نہو اور فساد ایمان پیدا نہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا لحاظ رکھے میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف و نحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اُسکو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے یہ پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا بندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا کر ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے قرآن شریف

تو فرماتا ہے کہ جیسی طیاری وہ کریں تم بھی ویسی ہی طیاری کرو یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور انمیں نیت کا بہت بڑا دخل ہے غرض ہمارا یہ فعل اللہ تعالیٰ جانتا ہے محض اس کی شکرگزاری کے اظہار کیلئے ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسن ظن سے کام نہیں لیتے یا اسرار شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں بعض وقت انکو ابتلا آجاتا ہے اور وہ کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہیں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سُنا رہے ہیں اسوقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپکو دیکھے اور آپکے اغراض کو مدنظر نہ رکھے تو اُس نے ٹھوکر ہی کھانی ہے یا ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپکے لئے شوربے کا پیالہ بھیجا تو حضرت عائشہ نے اس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہ کے اس فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے افعال پر نظر نہیں کرتا ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نرکھنے کیوجہ سے اُنپر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہیے کہ حسن ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے پھر خود بخود حقیقت کُھل جاتی ہے کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور ان دنوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بی بیوں سے نماز ساقط ہوگئی تھی اُس نے کہا کہ یہاں کیا آنا ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا حالانکہ وہ معذور تھیں اور عنداللہ انپر کوئی مواخذہ نہ تھا۔ مگر اُس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہدیا تزکیہ دل میں ہوتا ہے بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔

حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اسقدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا اسکی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی وہ بیمار ہوا اور شدت سے اسکو بخار چڑھا ہوا تھا یہانتک کہ اُسکی حالت نازک ہوگئی اسوقت نماز کا وقت ہوگیا تو اُنہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ وہ بچہ فوت ہوگیا نماز سے فارغ ہو کر مجھسے پوچھا کہ کیا حال ہے! میں نے کہا کہ اسکا تو انتقال ہوگیا اسوقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ انکو نہیں اُٹھائیگا جب تک اس بچہ کا بدلہ نہ دے لے چنانچہ اس کے فوت ہونے کے قریباً چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچے پیدا ہوئے۔

غرض ظنون فاسدہ والا انسان ناقص الخلقت ہوتا ہے چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اسلئے نہ اسکا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے ناآشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں نمازمیں تو ٹھونگیں مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دعا میں گھنٹہ گھنٹہ گذار دیتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دعا کے لئے ہی اور جسکا مغز ہی دعا ہے اسمیں وہ کوئی دعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجائے خود دعا کیلئے محرک ہوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوجھتا جب ذرا اُٹھ کر پھرنے لگے ہیں تو مضمون سوجھ گیا ہے۔

اسطرح پر سب اعمال کا حال ہے اگر انکی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے اس طرح روزہ میں خدا کیواسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہو تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر جوش نہیں دکھاتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتے وہ مخلص نہیں ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے تو وہ سال بھر ماتم کرنیوالے سے اچھا ہے۔

جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں یا اُن میں شرک یا ریا ہو۔ اور اُنمیں اپنی شیخی دکھائی جاوے وہ امور اثم میں داخل ہیں اور منع ہیں۔

دف کیساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر جھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناطہ پر شکر وغیرہ اسلئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناطہ پکا ہو جاوے تو گناہ نہیں ہے لیکن اگر یہ خیال نہو۔ بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔

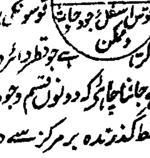
اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلّت ہے اسمیں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو نکاحوں میں بعض وقت جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں جب اعلان ہوگیا ہوا ہوتا ہے تو اسے مقدمات کا انفصال سہل اور آسان ہو جاتا ہے اگر نکاح گم صم ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دیدی جاتی ہے ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے قضایا فیصل ہوتے ہیں یہ لڑکے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں بعض وقت انکے عقیقہ پر ہمنے دو دو ہزار آدمی کو دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اس پیشگوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کیگئی تھی۔ بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدظنی سے حبط اعمال ہو جاتا ہے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھونگا ایکبار وہ دریا پر گیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اُس کے ساتھ ہے اور دونوں بڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں اُسنے دعا کی کہ الٰہی! میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اُس نے حیا چھوڑ دیا ہے۔ اتنے میں کشتی آئی اور وہ اسمیں سوار ہوگئے۔ سات آدمی تھے وہ غرق ہوگئے۔ وہ شخص جسکو اسنے شرابی سمجھا تھا دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لایا اور ایک باقی رہا تو اسکو مخاطب کرکے کہا کہ تو نے ایسا گمان کیا تھا۔ اب ایک باقی ہے اسے نکال لا۔ اسوقت اسنے سمجھا کہ یہ تو مجھے ٹھوکر لگی۔ آخر اس سے اصل معاملہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں یہ عورت میری والدہ ہے اور جسکو تو شراب کہتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے انکو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اُسکا شکر کرنا کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا جبتک کہ محض اُسکی رضا ہی مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔

مقرب کامل

قرب الٰہی کی اقسام ثلاثہ بیان کرتے ہوئے تیسرے قسم کے قرب کے ذکر پر یہ سوال کیا گیا ہے کہ یہ مرتبہ کس کیلئے میسّر ہے اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسی کو میسّر آتا ہے کہ جو الوہیت وعبودیت کے دونوں قوسوں کے بیچ میں کامل طور پر ہو کر دونوں قوسوں سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو بکلّی درمیان سے اُٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ آئینہ دو جہتیں ہونیکی وجہ سے ایک جہت سے صورت الٰہیہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد طبائع مختلفہ اپنے متقابلین کو پہنچاتا ہے اسیکی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ پھر نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کیطرف اُترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کیطرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اسمیں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کیطرف اُس نے نزول کیا اور اسمیں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا یعنے چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم واکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گیا اس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنے وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم واکمل طور پر اُسکا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کیطرف اس سے بھی زیادہ تر خیال دکمان قیاس میں نہیں آسکتا نزدیک ہوا مثلاً متصور



اُن دو قوسوں کی یہ ہے اس شکل میں جو خط مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے جو قطر دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنے دونوں قوسوں کا وتر ہے جاننا چاہیئے کہ دونوں قسم وجود واجب اور ممکن کا ایک ایسے دائرہ کیطرح ہیں کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دونوں قوسوں پر منقسم ہو وہی خط جو قطر دائرہ ہے جسکو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول چال علم ہندسہ میں اُس کو وتر قوسین کہتے ہیں وہ ذات مفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائے درجہ کمالات کا ہے مقتضیٰ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوس الوہیت وعبودیت کی طرف بخطوط مساوی نسبت رکھتا ہے اور یہی نقطہ ارفع نقاط اُن خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط سے قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر قوسین اور بہت سے ایسے نقاط سے تالیف یافتہ ہے جو درحقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ ہیں لیکن بجز ایک نقطہ

مرکز اُس کمال کی صورت ہے کہ جو مثابہ وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ و ارفع واخص و ممتاز طور پر حاصل ہے جسمیں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اُسکا شریک نہیں ہاں اتباع و پیروی سے ظلّی طور پر شریک ہو سکتا ہے اب جاننا چاہئے کہ در اصل اُسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمّدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور درحقیقت اُسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اُسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویّت ساریہ ہے جسکا فیض اقدس اس سارے خط کو تعیّن بخش ہو گیا ہے۔ عالم جسکو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اُس کا اول و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے۔ یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ ﷺ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کیطرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسمائے الہٰیہ کیطرف نسبت واقع ہے غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت نمائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے جسکے تصوّر سے بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول و اوہام بشریہ عاجز ہیں اور جسطرح ہر ایک خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اُس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعیّن اس کے تعین سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان او رخطائر امکان میں باذنہ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے۔ اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الہٰیہ کا ظلّی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ طبعی اور اصلی طور پر جامع بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے اس لئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ مراتب طبعیہ الی الآخر تنزلات وجود سے مراد ہے اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے ایسا ہی ظل الوہیت ہونیکی وجہ سے مرتبہ الہیہ سے اسکو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے اور امہات صفات الہیّہ یعنی حیوٰۃ علم ارادہ قدرت سمع بصر کلام معہ اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اسمیں انعکاس پذیر ہیں۔ اس نقطہ مرکز کو جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے یعنے نفسی نقطہ سیّدنا محمد مصطفےٰ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرد کلمۃ اللہ کے مفہوم تک محدود نہیں کر سکتے جیسا کہ مسیح ؑ کو اسی نام سے محدود کیا گیا ہے کیونکہ یہ نقطہ محمّدیہ ظلّی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیّت ہے اسیوجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے باعث اسی نقصان کے جو اُن میں باقی رہ گیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیّت نہیں ہے بلکہ اسکی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمّدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے جسکا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسیوجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کیلئے بجائے آب ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی تعلیم کا سب الہامی تعلیموں سے اکمل و اتم ہونا وہ بھی درحقیقت اسی بنا پر ہے کیونکہ ناقص پر ناقص فیضان ہوتا ہے اور اکمل پر اکمل۔

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو ظلی طور پر خداوند قادر مطلق سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی** یعنے وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیّت ہے سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیّت سے نزدیک تر ہوا تو اُس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہو گیا اور یہ بڑھنا مستحدث اور جدید طور پر نہیں بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلی اور مستعار طور پر اسبات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اسکو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اسکو ٹھہرادیں پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جسمیں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلی طور پر دیگئی ہے یہ ہے **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم** یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو اُنکے ہاتھوں پر ہے واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت ؐ سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت ؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کیلئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت ؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دیدیا اور اُنکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کیطرف جو محبت تامہ دوطرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قل یاعبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا** یعنے اُنکو کہدے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنے ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخشدیگا اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب نبی وغیر نبی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت ؐ کو اپنے مولا کریم سے قرب اتم یعنے تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جسکی تفاصیل کتب تصوّف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت ؐ کے ایسے رکھدئے جو خاص اُسکی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت ؐ کا نام محمد رکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرت ؐ کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت ؐ کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جسنے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت ؐ پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ؐ مظہر اتم الوہیت ہیں اور اُنکا کلام خدا کا کلام اور اُنکا ظہور خدا کا ظہور اور اُن کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اسبارے میں ایک یہہ آیت ہے **قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اسجگہ اللہ جلشانہ اور قرآن اور آنحضرت ؐ ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں سو دیکھو اپنے نام میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرت ؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان معہ اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اُسکی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہو گئیں اور اُسکے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور اُنکی اس عظمت و جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو اسیوجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جسقدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کی سب عظمت و جلالیت آنحضرت ؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں اور حضرت موسیٰ نے توریت میں یہ بات کہکر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں اور وہی توریت ہمکو یہہ تبلاتی ہے کہ فاران مکّہ معظمہ کا پہاڑ ہے جسمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام جدّ امجد آنحضرت ؐ کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں بجز آنحضرت کوئی رسول نہیں اُٹھا سو دیکھو حضرت موسیٰ پر کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اُسکی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اُسکی ذات جامع برکات

مختصر نوٹ اور نکات

دُنیا کی ہر ایک شے کو ناقص اور محدود دیکھ کر دانشمند آدمی کا یقین حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ ضرور ان محدود الوجود اور ناقص فی الذات اشیاء کا کوئی خالق ہے اور جو اِن اشیا موجودات سے ورا ء الورا اور فوق الفوق اور صاحب عرش عظیم زبردست اور غیر محدود قوتوں اور طاقتوں والا ہے جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے یہ عالم بنایا ہے۔ اور اپنی دانائی سے ہر ایک چیز کو خاص خاص صفات و عوارض و حدود و قیود کر مقید کیا۔ محدود اشیاء کے ملاحظہ سے اس لا محدود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے جس کی ذات سب سے بالاتر اور نرالی بے عیب اور قدوس ہے نقص و عیب کو وہاں راہ نہیں وہ الحی القیوم ذات ہے جسکے سہارے سے ذرہ ذرہ کا وجود اور بقاء ہے اور ضرور وہ ایک ہی کیونکہ ایک سے زیادہ وجود غیر محدود ہونے ممکن نہیں ذات و صفات میں غیر محدود وہستی ایک ہی ہوسکتی ہے اور ضرور ایک ہی ہے۔

اس سے بڑھ کر دنیا کی بدقسمتی اور محرومی اور کیا ہوگی کہ بعض ابناء دنیا الہام کے لفظ کو ملتبس کرنا چاہتے ہیں اور ہر سوچ و فکر کے نتیجہ کو قطع نظر اس کے کہ وہ ایک قطاع الطریق اور ڈاکو کے منصوبے یا ایک خونخوار انسان کے مکر و حیل ہوں الہام کہدیتے ہیں یا خیالی امور کا نام الہام رکھتے ہیں۔ ایسے ناپاک طریقوں کا نام الہام رکھنا کلام الٰہی کی بے حرمتی اور ہتک ہے یہہ جرأت اور شوخی وہی لوگ کرتے ہیں جنکو اس سچے خدا کی خبر نہیں جو اپنے خاص اور لذیذ مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم کی معرفت بخشتا ہے۔ الہام کیا چیز ہے؟ وہ پاک اور قادر خدا کا اپنے ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اُس کے ساتھ جسکو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے **ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ** ہے جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی اور تسلی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جاوے اور اسمیں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سرو پا لفظ ہوں اور کلام لذیذ اور پرحکمت اور پرشوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندہ کو تسلی دینا چاہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اُسوقت جو خطبہ پہلے پہل آپنے مدینہ میں پڑھا ہے وہ نہایت ہی قابل غور ہے ہم اُس کا ترجمہ یہاں دیتے ہیں اسکو بغور پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ کسطرح پر آپنے آخرت کی رغبت اور شفقت علی خلق اللہ کی ہدایت فرمائی ہے اور کس طرح پر خدا تعالیٰ کی عظمت اور محبت کے پیدا کرنے کی راہ تعلیم فرمائی ہے بغیر ہر حال

اس کا ترجمہ یہہ ہے

اے لوگو! قبل اسکے کہ تم اس جہان کو چھوڑ دو نیک اعمال کا ذخیرہ اپنے آگے بھیجو۔ یقین جان لو بخدا ہر ایک شخص تم میں سے بالضرور ایک خوفناک بلا میں پڑنے والا ہے اور بیشک دنیا کو اس طرح پر چھوڑنے والا ہے جیسے کوئی بکریوں کو اپنے محافظ بغیر چھوڑدے۔ اور بیشک خدا ہر ایک سے ایسے طور پر کہ نہ اسکے لئے کوئی ترجمان ہوگا اور نہ روک ٹوک کرنیوالا دربان یعنی گویا مُنہ در مُنہ، پوچھے گا کہ ہمارا کوئی پیغمبر تیرے پاس نہیں آیا تھا۔ اور اسنے ہمارے احکام تجھکو نہیں پہنچائے تھے؟ اور کیا ہمنے تجھکو بہت سا مال عطا نہیں فرمایا تھا۔ (تا کہ ہماری راہ میں دے) اور تجھپر اپنا فضل اور احسان نہیں کیا تھا۔ (تا کہ اپنے بنی نوع کو ساتھ مروت اور سلوک سے پیش آئے) پس بتا تونے کیا چیز آگے بھیجی تھی پس یقیناً اسوقت انسان دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی چیز دکھائی ندیگی جسکو بتا سکے پھر سامنے کی طرف نظر کریگا اور ادھر بھی جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ پس جس سے ہوسکے اپنے تئیں اس آگ سے بچالے خواہ کھجور کی گٹھلی کا ایک ٹکڑا ہی دیکر کیوں نہ بچائے۔ اور جسکو اتنی بھی توفیق نہو تو کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر ہی کہے یا اسے بھلائی کی بات بتائے کیونکہ بیشک آخرت میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ سات سو گنے تک دیا جاویگا۔ خدا کی سلامتی اور رحمت اور برکت تم سب پر ہو۔

تقویٰ کے معنے ہیں خوف الٰہی کا طالب ہونا اور اُسی سے ڈر کر اُسکی رضا کے مطابق کرنا نہ تکبر رعونت اور خود نمائی کے تقاضاؤں کے مطابق نہ دنیا داری۔ رسم پرستی اور ہوا و ہوس یا کسی شہوت کے مطابق نہ کسی دنیاوی شخص سے ڈرنا نہ کسی نقصان یا مصیبت کے خوف سے تکیہ کرنا بلکہ ہر حال اور قال میں اللہ کی رضا کا طالب ہونا اور اُسی سے ڈرتے رہنا اور حق پر استقامت رکھنا یہ تقویٰ ایک عجیب نور ہے اور اسی پر تمام ترک دنیا و ترک شہوات منحصر ہے اور یہی تمام نیک اعمال اور خدا پرستی کی بنیاد ہے پس جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکی مخلصی کا راستہ خود پیدا کردیتا ہے یعنی اگر کسی وقت میں حق گوئی اور خدا ترسی کی وجہ کر شریر لوگ اوس کے دشمن بنکر اُسکو تکلیف دینا اور ذلیل و خوار کرنا چاہیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ خود بخود خلاصی کی صورتیں پیدا کردیتا اور اُس کا متکفل اور والی بنکر نئے نئے طریق سے اسکو رزق پہنچاتا رہتا ہے۔ یعنی اگر دنیا پرست اور بد معاش لوگ اُسکو رزق سے تنگ کرنا چاہیں اور جو جو ظاہرا صورت اس کے معاش کی ہو اُسکو بند کردیں تو اللہ تعالیٰ خود کسی نئے طریق سے رزق پہنچانا شروع کردیتا ہے

ان اللہ مع المتقین تحقیق اللہ متقیں کے ساتھ ہے ان اللہ مع المحسنین تحقیق اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔ ان اللہ مع الصابرین تحقیق اللہ صابرین کے ساتھ ہے یعنی اللہ مومنین محسنین اور صابرین کا رفیق و غمگسار اور یار و وفادار بنجاتا ہے ہر حال و قال میں اُنکے ساتھ رہتا شریروں کی شرارت اور نفس کی خباثت سے اُنکو بچاتا دُکھ اور درد کیوقت میں اطمینان دیکر غم غلط کرتا ہر غلطی اور خطا کیوقت انکو طرح طرح سے آگاہ کردیتا اور اُن کو اخلاقی اور دینی معاملات میں عجیب استقامت ہمت اور شجاعت عطا فرماتا ہے الغرض جب اللہ ساتھ ہے تو سمجھ لو کہ کیا کچھ اس کے ہاتھ ہے۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین تحقیق اللہ تائب اور طاہر لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ توابین کے معنے ہیں بہت توبہ کرنے والے جو شخص اپنی خطا اور غلطی پر آگاہ ہو کر فوراً پشیمان ہوں اور آئندہ کیواسطے اُس سے باز آجائیں تو اُن کو تائبین کہتے ہیں اور توابین تفضیل ہے تائبین کی یعنی بہت توبہ کرنیوالے۔ یعنی وہ لوگ جنکے دلوں میں ایک بدی کے خیال اور ارادہ کے ساتھ ہی خوف ندامت اور درد پیدا ہو کر فوراً فعل سے پہلے ہی باز آجائیں۔ غلطیاں ہمیشہ انسان سے سہواً یا عمداً طور سے ہوتی رہتی ہیں لیکن سعید لوگ فوراً اُن سے نادم ہو کر باز آتے رہتے ہیں متطہرین کے معنے ہیں پاک اور صاف رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اپنے جسم اور روح کو ہر قسم کی غلاظت اور عیب سے پاک و صاف کرتے رہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ تواب اور متطہر لوگوں کو دوست رکھتا ہے محبت الٰہی کے جو نتائج ہیں وہ کیا ہیں ذوق شوق پیدا ہوتا۔ نور عرفان اور اللہ کی معیت و رفاقت حاصل ہونا خواب مکاشفات اور الہامات ہیں اوس محبوب کے پیغام پہنچے اور ایمان و ایقان میں روز بروز ترقی ہونی اور بشارات ملکر حق الیقین کی منازل طے ہونی۔

علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ و اولئک ھم المھتدون یہ آیت صابرین کی نسبت ہے جو لوگ مصیبت کے وقت یہ کہکر چپ ہو رہتے ہیں کہ ہم اللہ کیواسطے ہیں اور جو کچھ ہمارا ہے وہ تمام اللہ کا ہے ہمیں اللہ کی طرف پہنچنا ہے اون پر اون کے رب کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض۔ انعامات اور رحمت کے مورد ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رہبری اور رہنمائی اُن کے شامل حال ہوتی ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ تحقیق جن لوگوں نے یہ قرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اوس قول پر قائم ہوگئے یعنی تمام اپنا حال و قال اُس اقرار کے مطابق بنالیا یعنی تمام دنیا پرستی۔ ریاکاری۔ فریب ظلم اور بدذاتی کو چھوڑ کر اللہ کی رضا پر پورے طور سے قائم ہوگئے۔ اوسی کو اپنا رزاق قرار دے لیا کبھی کسی خوف اور اندیشہ سے اُن کا دل اس ایمان اور یقین سے متزلزل نہیں ہوا اون لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف مت کرو اور غم مت کھاؤ اور جس بہشت کا تمکو وعدہ دیا گیا تھا اس کی بشارت لو۔ اور ہم دنیا و آخرت میں تمہارے رفیق ہیں۔ تنزیل ملائکہ کا ایک عجیب سلسلہ ہے جو رویائے صادقہ مکاشفات اور الہامات کی صورتمیں ہمیشہ متقی اور مومن لوگوں پر ظاہر ہوتا رہتا انکو ہر قسم کے خوف اور حزن سے نجات دیتا اور دنیا میں بھی بہشتی زندگی کے سامان پیدا کردیتا ہے۔

دربار شام

۱۱- اپریل ۱۹۰۳ء

اصل میں ایمان کے کمال تام کا ذریعہ الہامات صحیحہ اور پیشگوئی ہوتے ہیں۔ ایمان کبھی قصوں کہانیوں سے ترقی نہیں پکڑسکتے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ انسان جس مذہب میں پیدا ہوتا ہے جس راہ و رسم کا پابند اپنے آباؤ اجداد کو پاتا ہے اکثر اُسی کا پابند ہوا کرتا ہے۔ اگر ایک بت پرست کے گھر میں پیدا ہوا ہو تو بت پرستی ہی اُس کا شیوہ ہوگا۔ اور اگر ایک عیسائی کے ہاں اس نے تربیت پائی ہے تو وہی خو بو اسمیں پائی جاویگی مگر اس کے مسائل اور اُس کی بنیاد عقاید کا بہت سا حصّہ ایسا ہوتا ہے کہ اُسکی عقل و فہم میں کچھ بھی نہیں آیا ہوتا صرف لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔ بچپن اور اوائل عمر میں تو کیا کوئی اُن مذاہب کی حقیقت سے آگاہ ہوگا۔ عیسویت کے حامی تو اگر اُن سے کوئی پوری تعلیم کا پورا جوان عاقل بالغ بھی ان کی تشلیث کے راز کو پوچھے تو کہدیتے ہیں کہ یہ راز ہے جو ایشیائی دماغ کی بناوٹ کے لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اور یہی حال بت پرست کا ہے ہاں البتہ اسلام ایک دنیا میں ایسا مذہب ہے کہ جسکے عقاید ایسے ہیں کہ انسان اُنکو سمجھ سکتا ہے اور وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اسلام کے مسائل ایسے ہیں کہ کسی خاص دماغ یا عقل کے واسطے خاص نہیں بلکہ وہ تمام دنیا کے واسطے یکساں ہیں اور ہر ایک کی سمجھ میں آسکتے ہیں مگر وہ زندہ ایمان کہ جس سے انسان خدا کو گویا دیکھ لیتا ہے اور وہ نور جس سے انسان کی آنکھ کھل کر اسکو ایقان تام حاصل ہو جاوے وہ صرف الہام ہی پر منحصر ہے۔ الہام سے انسان کو ایک نور ملتا ہے جس سے وہ ہر تاریکی سے مبرّا ہو جاتا ہے۔ اور ایک قسم کا اطمینان اور تسلّی اُسے ملتی ہے۔ اُس کا نفس اُسدن سے خدا میں آرام پانے لگتا ہے۔ اور ہر گناہ فسق فجور سے اُسکا دل ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے۔ اُس کا دل امید اور بیم سے بھر جاتا ہے اور خدا کی حقیقی معرفت کی وجہ سے وہ ہر وقت ترساں لرزاں رہتا ہے۔ اور زندگی کو ناپائیدار جانتا اور سفل لذّات کی ہوس اور خواہش کو ترک کرکے خدا کی رضا کے حصول میں لگ جاتا ہے اور درحقیقت وہ اُسی وقت گناہ کی آلودگی سے علیحدہ ہوتا ہے +

جب تک تازہ نور انسان کو آسمان پر سے نہ ملے اور خدا کا مشاہدہ نہ ہو جاوے تب تک پورا ایمان نہیں ہوتا۔ اور جب تک ایمان کمال درجہ تک نہ پہنچا ہو تب تک گناہ کی قید سے رہائی ناممکن ہے۔ بجز الہام کے ایمان کی تصویر لوگوں کے پاس ہوتی ہے اُس کی ماہیت سے لوگ بے بہرہ اور خالی محض ہوتے ہیں تعجب ہے کہ یورپ تو آجکل بہت سی ٹھوکریں کھا کر ان امور کو تسلیم کرتا جاتا ہے مگر ہمارے مولوی انکار و کفر میں غرق ہیں۔ اگر الہام ہونے کا نام بھی لیا جاوے تو کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ وحی کے نزول کا دعویٰ کرنے والا تو اکفر اور ضال و دجال ہے۔ افسوس آتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کے کلام سے کیسے دُور جا پڑے ہیں۔ اور اُن سے فہم قرآن چھین لیا گیا ہے۔ بھلا اگر خدا تعالیٰ نے اس امت کو اس مشرف سے محروم ہی رکھنا تھا تو یہ دعا ہی کیوں سکھائی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اس دعا سے تو صاف نکلتا ہے کہ یاالٰہی ہمیں پہلے منعم علیہم لوگوں کی راہ پر چلا اور جو انکو الہامات ملے ہمیں بھی وہ انعامات عطا فرما انعمت علیہم کون تھے۔ خدا نے خود ہی فرما دیا ہے کہ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ لوگ تھے اور اُنکا بڑا انعام یہی الہام اور وحی کا نزول تھا۔ بھلا اگر خدا نے اس دعا کا سچّا نتیجہ جو ہے اُس سے محروم ہی رکھنا تھا تو پھر کیوں ایسی دعا سکھائی ہمیں تعجب آتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ یہی تو ایک چیز تھی جو نہایت نازک اور روح کی غذا تھی۔ جو انسان اس کے حصول کا پیاسا نہیں ممکن نہیں کہ اُس کے اندر پاک تبدیلی آسکے۔ اور جب تک انسان اسطرح خدا کا چہرہ نہ دیکھے اور اُسکی سریلی آواز سے بہرہ ور نہ ہو تب تک ممکن نہیں کہ گناہ کی زہر سے بچ سکے۔ خیر خود تو محروم اور بدنصیب تھے ہی مگر دوسروں کو جو اس قسم کے خیال رکھیں کہ خدا کسی سے ہمکلام ہو سکتا ہے کافر جانتے ہیں۔ وہ تو دوسروں کو کافر کہتے ہیں مگر ہمیں خود اُن کے ایمان کا خطرہ ہے کہ انکا ایمان ہی کیا ہے جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں اور خدا کے حضور وہ دعا کے واسطے ہاتھ ہی کسطرح اٹھا سکتے ہیں +

وہی چیزیں ہیں کہ جو خدا تک انسان کو پہنچا سکتی ہیں۔ دیدار۔ جسکی موسےٰ نے بھی درخواست کی تھی اور وہ بھی الہام ہی کیوجہ سے تھی۔ کیونکہ جب انسان اسکی طرف ترقی پاتا ہے تو اور اور مدارج کی بھی اُسکے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرنا چاہتا ہے +

دوسری چیز خدا تک پہنچنے کی گفتار ہے اور یہ فضل خدا کا تو ایسا ہوا ہے کہ عورتوں تک بھی گفتار سے مشرف ہوتی رہی ہیں۔ حضرت موسےٰ کی ماں کو بھی ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عیسےٰ کی حواریوں کو بھی یہ نعمت ملی ہوئی تھی۔ خضرؑ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ تو کیا اسلام ہی ایسا گیا گزرا تھا اور خدا کی نظر میں گرا ہوا تھا کہ اسے نبی اسرائیل کی عورتوں سے بھی پیچھے پھینک دیا ان وہابیوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نہ صحابہ میں سے کسی کو اور نہ بعد میں آئمہ میں سے کسی کو اور نہ ہی بڑے بڑے خدا کے ولیوں مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ ان میں کسی کو بھی الہام نہیں ہوا اور یہ سارے کے سارے ہی خشک ملاں تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی خدا کے مکالمہ مخاطبہ کا شرف نہ ملا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں بھی فرضی قصّے کہانیاں ہی تھیں لاکن رسول اللہ وخاتم النبیّین کے معنے ہی ان کے نزدیک یہی ہیں کہ الہام کا دروازہ آپؐ کے بعد ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا . . . . اور آپ کے بعد آپ کی اُمت سے یہ برکت کہ کسی کو مکالمات اور مخاطبات ہوں بالکل اُٹھ گئی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صدی اس امر کی منتظر ہوتی ہے کہ اس امت میں سے چند افراد یا کوئی ایک فرد ضرور خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہونگے اسلام پر سے گرد و غبار کو دور کرکے پھر اسلام کے روشن چہرے کو چمکا کر دکھایا کریں ان لوگوں سے اگر پوچھا جاوے کہ تمہارے پاس سچائی کی دلیل ہی کونسی ہے کوئی معجزات یا خارق عادت تمہارے پاس نہیں تو دوسروں کا حوالہ دیدینگے خود خالی اور محروم ہیں۔ صحابہ آنحضرت کے پاس رہ کر اور آپ کی صحبت کی برکت سے آنحضرتؐ کے ہی رنگ میں رنگین ہو گئے تھے اور اُنکے ایمانوں کیواسطے آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں اور معجزات کثرت سے دیکھنے اور ہر وقت مشاہدہ کرنے سے اُن کے ایمانوں کا تزکیہ اور تربیّت ہوتی گئی اور آخر کار ترقی کرتے کرتے وہ کمال تمام تک پہنچ کر آنحضرت کے رنگ میں رنگین ہو گئے مگر ان لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے واسطے اگر ان سے پوچھا جاوے تو کیا ہے۔ تیرہ سَو برس کا حوالہ دینگے کہ اُسوقت یہ معجزات اور خارق عادت ظاہر ہوا کرتی تھی۔ پیشگوئیاں بھی تھیں۔ مگر اب کچھ بھی نہیں +

میں نہیں سمجھتا کہ اگر خدا تعالیٰ اسے شرالامم بنانا تھا تو اس کا نام قرآن شریف میں خیرامّۃ کرکے کیوں پکارا کیونکہ اس کی موجودہ حالت بقول مولویوں کی بدتر معلوم ہوتی ہے۔ اندرونی بیرونی حملوں سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ دجّال نے آکر ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور پھر ایسے مصیبت کیوقت میں خدا نے اگر خبرگیری بھی کی تو ایک اور دجّال بھیج دیا جو دین کا حامی ہونے کی بجائے بیخ کُن ہے۔ اور ان کے لوگ ہزار مجاہدے اور ریاضت زہد و تعبد کریں مگر خدا سے مکالمے کا شرف کبھی نہیں نصیب ہیں۔ اور ایسے گئے گذرے ہیں کہ دوسری امتوں کی عورتوں سے بھی درماندہ اور پس پا افتادہ ہیں۔ انہیں تو ایک موسوی شریعت کے خادم ہزاروں نبی آتے اور ایک ایک زمانے میں چار چار سو نبی بھی ہوتے رہے مگر اس امت میں آنحضرتؐ کی شریعت کا خادم ایک بھی صاحب الہام نہ آیا گویا کہ سارے کا سارا باغ ہی بے ثمر رہ گیا۔ پہلے لوگوں کے باغ تو مثمر ہوئے مگر ان کے اعتقاد کے موجب نعوذ باللہ آپؐ کا باغ ہی بے برگ و بار ہوا اگر ان لوگوں کا یہی دین اور ایمان ہے تو خدا دنیا پر رحم کرے اور لوگوں کو ایسے ایمان سے نجات دیوے +

ایمان کی نشانی ہی کیا ہے اور اس کے معنے کیا ہیں۔ یہی کہ مان لینا اور پھر اُس پر یقین آجانا جب انسان ایک بات کو سچے دل سے مان لیتا ہے تو اُس کا اسیر یقین ہو جاتا ہے اور اُسی کے مطابق اُس سے اعمال بھی سرزد ہوتے ہیں + مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ سنکھیا زہر ہوتا ہے اور اُس کے کھانے سے انسان مرجاتا ہے + یا ایک سانپ جانکاہ

دشمن ہوتا ہے جسکو کاٹتا ہے اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تو اس ایمان کے بعد نہ تو وہ سنکھیا کھاتا اور نہ ہی سانپ کی سوراخ میں انگلی ڈالتا۔ آجکل طاعون کے متعلق لوگوں کو ایمان ہے کہ اسکی لاگ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے جس مکان میں طاعون ہو اُس سے کوسوں بھاگتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں غرض جس چیز پر ایمان کامل ہوتا ہے اُس کے مطابق اُس سے عمل بھی صادر ہوا کرتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ خدا موجود ہونے کا تو ایمان ہو اور جزا سزا کے دن کا ایمان ہو اور حساب کتاب یاد ہو تو پھر گناہ باقی رہ جاویں یہ مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا خدا کا ایمان سانپ کے خوف سے بھی گیا گزرا ہے مومن ہونے کا دعوے ہے۔ اور پھر با ایں چوری۔ جھوٹ۔ زنا۔ بدنظری۔ شرابخوری فسق فجور میں فرق نہیں۔ نفاق اور ریاکاری کی تصدیق نہیں۔ زبانی ایمان کا دعوے ہے۔ ورنہ عملی طور پر ایمان اور دین کچھ بھی چیز نہیں +

ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان کو جس چیز کے مفید ہونیکا ایمان ہے اُسے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ کوئی امیر اور کوئی غریب ہم نے نہیں دیکھا جو اپنے گھر سے اپنی جائیداد یا دولت کو جو اُس کے پاس .... ہے باہر نکال پھینکتا ہو۔ بلکہ ہم نے تو کسی کو ایک پیسہ بھی پھینکتے نہیں دیکھا پیسہ تو کجا ایک سوئی بھی اگر کمائی ہوئی ٹوٹ جاوے تو اسے رنج ہوتا ہے کہ میرے کارآمد چیز تھی۔ مگر ایمان باللہ کی قدر ان لوگوں کی نظر میں اس سوئی کے برابر بھی نہیں اور نہ اُس کا فائدہ ایک سوئی کے برابر لوگ جانتے ہیں پس جب ایمان ایسا ہوتا ہے کہ ایک سوئی کے برابر بھی اُس کی قدر اون میں نہیں ہوتی تو اُسی کے مطابق اُن کو انسان سے نفع بھی نہیں پہنچتا۔ اور نہ ان کو وہ کمال حاصل ہوتا ہے کہ خدا اون پر الہامات کے دروازے کھول دیوے۔

دربار شام

۱۲- اپریل ۱۹۰۳ء

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ۔ خواب ہر ایک انسان کو عمر بھر میں کبھی مبشر اور کبھی دہشتناک ضرور آتے ہیں۔ مگر وہی قضا مبرم اور فیصلہ نہیں ہوا کرتی خدا تعالیٰ کی معرفت کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ قضا کبھی ٹل بھی جایا کرتی ہے خواب کے حالات خواہ مبشر ہوں یا منذر دونوں صورتوں میں قضاء معلق کے رنگ میں ہوا کرتے ہیں۔ اُن کے نتائج کے بر لانے یا روکنے کے واسطے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرے۔ کہ اگر یہ امر میرے واسطے مفید اور تیری رضا کے موجب ہے تو تو اسے جیسا مجھے خواب میں مبشر دکھلایا ہے ایسا ہی بشارت آمیز صورت میں پورا کر ورنہ منذر ہے تو اُس کے خوفناک صورت سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھنے کیلئے بھی استغفار اور توبہ کرتا رہے اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قضا ٹل جایا کرتی ہے اسلئے انسان پوری تضرع خشوع خضوع اور حضور قلب سے اور سچی عاجزی فروتنی اور درد دل سے اُس سے دعا کرے۔ خواب میں دیکھے ہوئے معاملات کے متعلق خواہ وہ کسی رنگ میں ہوں۔ دونوں صورتوں میں دعا کی ضرورت ہے

ہمیں بارہا خیال آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کو بھی کوئی ایک وحشتناک ہی معاملہ معلوم ہوا ہوگا کہ انہوں نے ساری رات دعا میں صرف کی اور نہایت درجے کے دردانگیز اور بلبلانے والے الفاظ سے خدا کے حضور دعا کرتے رہے ممکن ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی تقدیر معلق کو مبرم ہی خیال کر بیٹھے ہوں اور اسی وجہ سے اُنکا یہ سارا اضطراب اور گھبراہٹ بڑھ گئی ہو اور اس درجے کا گداز اور رقت اُن میں اپنا آخری دم جان کر ہی پیدا ہوئی ہو کیونکہ اکثر ایک تقدیر جو معلق ہوا کرتی ہے ایسی باریک رنگ میں ہوتی ہے کہ اُس کو سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبرم ہے۔ چنانچہ شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمت اللہ علیہ بھی اپنی کتاب فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ میری دعا سے اکثر وہ قضا جو قضا مبرم کے رنگ میں ہوتی ہے ٹل جاتی ہے۔ اور ایسے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں۔ مگر اُن کے اس امر کا جواب ایک اور بزرگ نے دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تقدیر معلق ایسے طور سے واقع ہوتی ہے کہ اُسکا پہچاننا کہ آیا معلق ہے یا مبرم محال ہو جاتا ہے اُسے سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ مبرم ہے گر درحقیقت ہوتی وہ تقدیر معلق ہے اور وہ ایسی ہی تقدیریں ہونگی جو شیخ عبد القادر رحمت اللہ علیہ کی دعا سے ٹل گئی ہوں۔ کیونکہ تقدیر معلق ٹلجایا کرتی ہے + غرض اہل اللہ نے اس امر کو خوب واضح طور سے لکھا ہے کہ قضا معلق ٹل جایا کرتی ہے +

حضرت عیسےٰ پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بڑی بھاری صعوبت اور مشکل کا وقت تھا کیونکہ ان کی اپنی ہی کتاب کے الفاظ بھی ایسے ہی ہیں کہ آخر میں فرمایا کہ سمع لتقواہ یعنی تقدیر تو بڑی سخت تھی اور بڑی مصیبت کا وقت تھا مگر اسکی تقویٰ کی وجہ سے آخر کار اُسکی دعا ضایع نہ گئی بلکہ سنی گئی یہ عیسائی بدنصیب اس امر کیطرف تو نہیں خیال کرتے کہ اول تو خدا اور اُس کا مرنا یہ دونوں فقرے باہم کیسے متضاد پڑے معلوم ہوتے ہیں جب ایک کان میں یہ آواز ہی پڑتی ہے تو وہ چونک پڑتا ہے کہ این یہ کیا نقطہ ہیں اور پھر باسوا اسکے ایسے ایک شخص کو خدا بنائے بیٹھے ہیں کہ جس نے بخیال انکی ساری رات یعنی چار پہر کا وقت ایک لغو اور بیہودہ کام میں جو اس کے آقا و مولا کی منشاء اور رضا کے خلاف تھا خواہ مخواہ ضائع کیا۔ اور پھر ساری رات رویا اور ایسے درد اور گداز کے الفاظ میں دعا کی کہ لوہا بھی موم ہو مگر ایک بھی نہ سنی گئی۔ واہ اچھا خدا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ اُسوقت اُن کی روح انسانی تھی نہ روح الوہیت۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بھلا اُن کی روح اگر انسانی تھی تو اسوقت اُنکی الوہیت کی روح کہاں تھی کیا وہ آرام کرتی تھی اور خواب غفلت میں غرق نوم تھی۔ خود بیچارے نے بڑے درد اور رقت کے ساتھ چلا چلا کے دعا کی حواریوں سے دعا کرائی مگر سب بے فائدہ تھی وہاں ایک بھی نہ سنی گئی۔ آخر کار خدا صاحب یہودیوں کے ہاتھ سے ملک عدم کو پہنچے۔ کیسے قابل شرم اور افسوس ہیں ایسے خیالات ہمارے آنحضرت پر بھی ایسا ہی ایک وقت مصیبت اور صعوبت کا آیا تھا اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر ایک ایسا مشکل اور نہائت درجے کی مصیبت کا ایک وقت ضرور آتا ہے آنحضرت پر احد کا معاملہ کوئی تھوڑا معاملہ تھا۔ آخر کار وہاں شیطان بھی بول اُٹھا تھا کہ نعوذ باللہ آنحضرت مارے گئے اور ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے بھی اس افراتفری میں ایسا خیال کیا ہو اور بعض صحابہ تو تتر بتر بھی ہو گئے تھے۔ آپ ایک گڑھے میں گر پڑے تھے۔ وان منکم الا وارد ھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرور انبیاء اور صلحا کو بھی دنیا میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ نہائت درجے کی مصیبت کا وقت اور سخت جانکاہ مشکل ہوتی ہے۔ اور اہل حق بھی ایک دفعہ اس صعوبت میں وارد ہوتے ہیں مگر خدا جلد تر اُن کی خبرگیری کرتا اور اُنکو اس سے نکال لیتا ہے + اور چونکہ وہ ایک تقدیر معلق ہوتی ہے اسی واسطے اُن کی دعاؤں اور ابتہال سے ٹل جایا کرتی ہے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب کی دوکان کو آگ لگنے کا اندیشہ ہوا تو اُنہوں نے ننگے سر اور ننگے پاؤں سجدے میں گر کر دعا کی تو معًا دعا کرتے کرتے خدا نے ہوا کا رُخ بدل دیا اور امن کی آواز آ گئی اور ہر طرح سے اطمینان ہو گیا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہوا یا پانی آگ وغیرہ بھی ایکطرح کے ملائکہ ہی ہیں۔ اِن بڑے بڑے ملائکہ وہ ہیں جنکا اللہ تعالےٰ نے نام لیا۔ مگر اس کے سوا باقی اشیاء مفید بھی ملائکہ ہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اسکی تصدیق ہوتی ہے جہاں فرماتا ہے کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ الخ۔ یعنی کل اشیاء خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں تسبیح کے معنے یہی ہیں کہ جو خدا اُن کو حکم کرتا ہے اور جسطرح اُسکا منشاء ہوتا ہے وہ اُسی طرح کرتے ہیں۔ اور ہر ایک امر اُس کے ارادے اور منشاء سے واقع ہوتا ہے۔ اتفاقی طور سے دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ذرہ ذرہ پر تصرف تام اور اقتدار نہ ہو تو وہ خدا ہی کیا ہوا اور دعا۔۔ کی قبولیت کی اُس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ درحقیقت یہی ہے کہ وہ ہوا کو جدھر چاہے اور جب چاہے چلا سکتا ہے اور جب ارادہ کرے بند کر سکتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں پانی اور پانیوں کے سمندر ہیں جب چاہے جوش زن کر دے اور جب چاہے ساکن کر دے۔ وہ ذرہ ذرہ پر قادر اور مقتدر خدا ہے اُس کے تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں وہ جنہوں نے دعا سے انکار ہی کر دیا ہے اُن کو بھی یہی مشکلات پیش آئے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کو ہر ذرہ پر قادر مطلق نہ جانا اور اکثر واقعات کو اتفاق مانا اتفاق کچھ بھی نہیں بلکہ جو ہوتا ہے اور اگر پتہ بھی درخت سے گرتا ہے تو وہ بھی خدا کے ارادے اور حکمت سے گرتا ہے اور یہ سب ملائکہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے اشارے سے کام کرتے ہیں اور اُن کی خدمت میں لگائے جاتے ہیں جو خدا کے سچے فرمانبردار

اور اُسی کے رضا کے خواہاں ہوتے ہیں جو خدا کا بن جاتا ہے اُسے خدا سب کچھ عطا کرتا ہے۔ ؎

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

من کان اللہ کان اللہ لہ۔ پھر ایسے مرتبے کے بعد انسان کو وہ رعیت ملتی ہے کہ باغی نہیں ہوتی۔ دنیوی بادشاہوں کی رعیت تو باغی بھی ہو جاتی ہے مگر ملائکہ کی رعیت ایک ایسی رعیت ہے کہ وہ باغی نہیں ہوتی۔

دربارِ شام

۱۳۔ اپریل ۱۹۰۳ء

حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل خواب سنایا جو گذشتہ شب کو آیا تھا۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بحر زخار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتا مغرب سے مشرق کو جا رہا ہے۔ اور پھر دیکھتے دیکھتے سمت بدل کر مشرق سے مغرب کو اُلٹا بہنے لگا ہے +

فرمایا کہ اب تو وہ زمانہ طاعون نے دکھانا شروع کر دیا ہے جس طرح مدینہ منورہ میں یہودی قتل ہوئے تھے تو ایک بڑا شخص زندہ رکھا گیا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ فلاں شخص کا کیا حال ہوا فلاں کا کیا حال ہوا۔ غرض جس کے متعلق اُس نے دریافت کیا اُسی کے متعلق جواب ملا کہ وہ سب قتل کئے گئے تو پھر اُس نے کہا کہ لوگوں کے مارے جانے کے بعد میں نے زندہ رہ کر کیا لینا ہے۔ مجھے بھی زندگی کی ضرورت نہیں سو آجکل طاعون وہ حال دکھا رہا ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان لمبی عمر کے بھی خواہشمند ہوتے ہیں مگر جب دوست اور تعلق دار ہی نہ رہے تو اس عمر کا ہونا بھی ایک وبال ہو جاتا ہے ایسی حالت دیکھکر انسان ایسی لمبی عمر کی بھی آرزو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انسان دوستوں اور رشتہ داروں کے بغیر رہ سکتا ہی نہیں +

ایک جانور آج کل کے موسم میں شام کے بعد مسجد مبارک کے شہ نشین احباب پر حملہ کیا کرتا ہے اُس کے متعلق فرمایا کہ کوئی ایسی تدبیر کیجاوے کہ ایک دفعہ یہ اسجگہ پکڑا جاوے پھر ہم اسے چھوڑ ہی دینگے مگر ایک دفعہ پکڑا جانے سے اتنا تو ضرور ہوگا کہ پھر وہ کبھی آئندہ اسجگہ اسطرح حملہ کرنے کا ارادہ نہ کریگا +

ہر جانور کا یہ قاعدہ ہے اور اُس کے اندر ایک خاصیت ہے کہ جس جگہ سے اُسے ایک دفعہ ٹھوکر لگتی ہے اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اُس جگہ کا پھر وہ کبھی قصد نہیں کرتا۔ مگر صرف انسان ہی ایک ہے جو باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے ان پرندوں وغیرہ سے بھی گرا ہوا ہے کہ جہاں سے ایسے مصائب پہنچتے ہیں اور ضرر اور نقصان اُٹھاتا ہے اُس کی طرف بھاگنے کا حریص ہوتا ہے ہوشیار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس نافرمانی کو ترک کرتا ہے۔ بلکہ جذبات نفس کا مطیع ہو کر پھر اسی کام کو کرنے لگتا ہے جس سے ایک بار ٹھوکر کھا چکا ہو۔

صبح کی سیر

۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء

صادق کی بعثت کے ساتھ ہی آسمان سے اس کیواسطے ایک کشش نازل ہوا کرتی ہے جو دلوں کو انکی استعدادوں کے مطابق کشش کرتی اور ایک قوم بنا دیتی ہے۔ اسی سے تمام سعید روحیں صادق کے طرف کھنچی چلی آتی ہیں دیکھو ایک شخص کو دوست بنا کر اُس کو اپنے منشا کے موافق بنانا ہزار مشکل رکھتا ہے اور اگر ہزاروں روپے خرچ کر کے بھی کسی کو صادق وفادار دوست بنانے کی کوشش کی جاوے تو بھی معرض خطر میں ہی پڑنا ہے اور پھر آخر کار اس خیال کے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر ادھر اب لاکھوں ہیں کہ غلاموں کیطرح سچے فرمانبردار وفادار صدق و وفا کے پتلے خود بخود کھنچے چلے آتی ہیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس امر کی اطلاع آج سے بائیس ۲۲ برس پیشتر جب اسکی ایک بھی مثال قائم نہ ہوئی تھی دی گئی۔ چنانچہ الہام ہے کہ **والقیت علیک محبۃ منی** +

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشش کا نزول ہے۔ سعید تو دوستی کے رنگ میں چلے آتے ہیں مگر شقی بھی اس حصے سے محروم نہیں انہیں مخالفت کا جوش شعلے مار رہا ہے جب کہیں ہمارا نام بھی اُن کے سامنے آ جاتا ہے تو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتے اور بیخود ہو کر مجنونوں کیطرح گالی گلوچ تک آ جاتے ہیں۔ ورنہ بھلا دنیا میں ہزاروں فقیر۔ لنگوٹی پوش۔ بھنگی۔ چرسی کنجر بدمعاش۔ بدعتی وغیرہ ہزاروں پھرتے ہیں مگر ان کے لئے کسی کو جوش نہیں آتا اور کسی کے کان پر جوں نہیں چلتی وہ چاہیں بد مذہبیاں اور بے دینیاں کریں پھر بھی اُن سے سست ہی ہو رہے ہیں اس کیوجہ بھی صرف یہی ہے کہ وہ چونکہ روحانیت سے خالی ہیں اسواسطے ان کیواسطے کسی کو کشش نہیں +

آنحضرت صلعم کے زمانہ بعثت میں ہزاروں ہزار لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر بھی آپؐ کی مخالفت کے لئے کمربستہ ہوئے۔ اپنے مالوں کا۔ جانوں کا نقصان منظور کیا۔ اور آنحضرت کی مخالفت کے لئے دن رات تدبیروں اور منصوبوں میں کوشاں ہوئے۔ مگر دوسری طرف مسیلمہ تھا ادھر کسی کو توجہ نہ تھی۔ اُسکی مخالفت کے واسطے کسی کے کان بھی کھڑے نہ ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے واسطے جسطرح گھر گھر میں پھوٹ اور جدائی ہوتی تھی مسیلمہ کے واسطے ہرگز نہ ہوئی غرض صادق کیواسطے ہی ایک کشش ہوتی ہے جو دلوں کے ولولوں کو ابھارتی اور جوش میں لاتی ہے۔ سعیدوں کے ولولے سعادت اور شقیوں کے شقاوت کے رنگ میں پھل لاتے ہیں شقی چونکہ اُسی فطرت کے ہوتے ہیں اسیواسطے انکو واسطے کشش بھی اُلٹے رنگ میں ثمرات لاتی ہے +

تعلیم الاسلام کالج

دار الامان کے مدرسہ تعلیم الاسلام کو تعلیم الاسلام کالج بنانیکے متعلق جو اعلان حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے اخبار الحکم مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں دیا تھا اس کے متعلق اب عملی کارروائی کا وقت آگیا ہے کیونکہ نتیجہ امتحان انٹرنس عنقریب نکلنے والا ہے احباب کے مشورہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت کے بعد یہ قرار پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر کالج کا افتتاح ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کو کر دیا جاوے۔ وما توفیقنا الا باللہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل اس کالج میں موجودہ زمانہ کی رسمی تعلیم یعنے انگریزی۔ ہسٹری۔ پرشین مے تھے میٹکس۔ کے ساتھ دینی تعلیم اور علم ادب عربی بالخصوص پڑھایا جاوے گا۔ جو بزرگ چاہتے ہیں کہ انکی اولاد اور اقربا اپنے ایام تعلیم بزرگان دین کی نیک صحبت اور پابندی شریعت حقہ اسلام میں گذاریں۔ اور مفاسد زمانہ سے بچکر رسمی تعلیم بھی حاصل کریں۔ انکے لئے موقعہ ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ فی الحال فرسٹ ایر کھلے گا۔

فیس مفصلہ ذیل ہوگی

درجہ اول	سو سے زائد آمد	......للعہ	ماہوار
" دوم	پچاس سے سو تک آمد	......سے	"
" سوم	پچاس سے کم آمد	......عہ	"

داخلہ عہ

غریب طلباء کی فیس پرنسپل صاحب کی سفارش اور ڈائرکٹر صاحب کی اجازت سے نصف یا معاف بھی ہو سکیگی +

اس بات کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہو گا کہ حضرت حکیم الامۃ مولوی حکیم نور الدین صاحب اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلجنس بھی اپنے اوقات گرامی میں سے کالج کے طلبار کی تعلیم پر صرف فرمایا کرینگے جو طلبار داخل ہونا چاہیں۔ ان کو چاہئے کہ ۱۵ مئی سے پہلے یہاں آجائیں باہر کے طلباء کیواسطے ایک بورڈنگ طیار ہے جسکی فیس ماہوار ۱۲ر اور خرچ سے تین روپیہ ماہوار تک ہوتا ہے مفصل قواعد کیلئے راقم سے خط و کتابت کرنی چاہئے **المشتہر محمد صادق عفی عنہ** سپرنٹنڈنٹ کالج

دربار شام

۱۴ - اپریل ۱۹۰۳ء

ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہندوؤں والی دھوتی باندھنی جائز ہے یا نہیں اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ تشبہ بالکفار تو کسی رنگ میں جائز نہیں۔ اب ہندو ماتھے پر ایک ٹیکا سا لگاتے ہیں کوئی وہ بھی لگا لے۔ یا سر پر بال تو ہر ایک کے ہوتے ہیں مگر چند بال بودی کی شکل میں ہندو رکھتے ہیں اگر کوئی ویسے ہی رکھ لیوے تو یہ ہرگز جائز نہیں مسلمانوں کو اپنے ہر ایک چال میں وضع قطع میں غیرتمندانہ چال رکھنی چاہیئے۔ ہمارے آنحضرت ﷺ تہ بند بھی باندھا کرتے تھے اور سراویل بھی خریدنا آپ کا ثابت ہے جسے ہم پاجامہ یا تنبی کہتے ہیں۔ ان میں سے جو چاہے پہنے علاوہ ازیں ٹوپی۔ کرتہ چادر۔ اور پگڑی بھی آپ کی عادت مبارک تھی جو چاہے پہنے کوئی حرج نہیں۔ ہاں البتہ اگر کسی کو کوئی نئی ضرورت درپیش آئے تو اسے چاہیے کہ ان میں ایسی چیز کو اختیار کرے جو کفار سے تشبیہ نہ رکھتی ہو اور اسلامی لباس سے نزدیک تر ہو۔ جب ایک شخص اقرار کرتا ہے کہ میں ایمان لایا تو پھر اسکے بعد وہ ڈرتا کس چیز سے ہے۔ اور وہ کونسی چیز ہے جس کی خواہش اب اس کے دل میں باقی رہ گئی ہے کہ کیا کفار کی رسوم و عادات کی اب اُسے ڈر چاہیئے تو خدا کا اور اتباع چاہیئے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ کسی ادنیٰ سی گناہ کو خفیف نہ جاننا چاہیئے۔ بلکہ صغیرہ ہی سے کبیرہ بن جاتے ہیں اور صغیرہ ہی کا اصرار کبیرہ ہے + ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسی فطرت ہی نہیں دی کہ ان کے لباس یا پوشش سے فائدہ اُٹھائیں۔ سیالکوٹ سے ایکدفعہ انگریزی جوتا آیا ہمیں اُس کا پہننا ہی مشکل ہوتا تھا کبھی ادھر کا ادھر اور کبھی بائیں کا دائیں۔ آخر تنگ آکر سیاہی کا نشان لگایا گیا کہ شناخت رہے مگر اسطرح بھی کام نہ چلا آخر میں نے کہا کہ یہہ میری فطرت ہی کے خلاف ہے کہ ایسا جوتا پہنوں۔

اُسی صاحب نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص جاتا ہو اور ایک جگہ پر دو راہ جمع ہو جائیں ایک دائیں اور دوسرا بائیں تو کس راہ کی طرف جاوے +

فرمایا کہ اس سے اگر تمہاری مراد بھی جسمانی راہ ہے تو پھر اُس راہ جاوے جسمیں اس کی صحت نیت اور کوئی فساد نہیں۔ اور اگر جانتا ہے کہ ادھر بدبو اور عفونت ہے اور یا کنجروں اور فاسقوں خدا اور رسول کے دشمنوں کے گھر ہیں تو اس راہ کو چھوڑ دے۔ غرض صحت نیت کا خیال کرلے اور فساد کی راہ سے پرہیز بکلی کرے +

ایک اور سوال کیا کہ بے ایمانی کس طرح پیدا ہوتی ہے +

فرمایا کہ بے ایمانی خدا کی معرفت نہ ہونے اور ایمان کے کامل درجہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ادھورا ایمان اسکی وجہ ہوتی ہے +

ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ حضور جب سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی میں مماثلت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس سلسلے کے خادم تو نبی کہلائے مگر ادھر اسطرح کوئی بھی نبی نہ کہلایا۔ فرمایا کہ مشابہت میں ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ بالکل آپسمیں ایک دوسرے کے عین ہوں اور اُن کا ذرا بھی آپس میں خلاف نہ ہو اب ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو شیر ہے۔ تو اب اسمیں کیا بھلا ضروری ہے کہ اس شخص کے جسم پر لمبے لمبے بال بھی ہوں۔ چار پاؤں بھی ہوں اور دم بھی ہو اور وہ جنگلوں میں شکار بھی کرتا پھرے۔ بلکہ جسطرح من وجہ تشابہ ہوتا ہے ویسا ہی من وجہ مخالفت بھی ہونا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے کنتم خیر امۃ تو ہمیں ہی فرمایا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کی خیر اور برکات تھے وہ اسی امت میں جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا زمانہ ایسے وقت تک پہنچ گیا ہوا تھا کہ دماغی اور عقلی قویٰ پہلے کی نسبت بہت کچھ ترقی کر گئے تھے۔ اُس زمانے میں تو ایک گونہ جہالت تھی۔ اب کوئی کہے کہ اسطرح بھی تشابہ نہ ہوا تو یہ اُس کا کہنا درست نہ ہوگا نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کے بعد حرام کی ہے۔ اس کے یہہ معنے نہیں ہیں کہ اب اس اُمت کو کوئی خیر و برکت ملے ہی گی نہیں۔ اور نہ اسکو شرف مکالمات اور مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکیگی۔ اس امت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابھی آنحضرت ﷺ جیسے عالیجناب اولوالعزم صاحب شریعت کامل آنیوالے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا مگر آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اسواسطے ضروری تھا کہ اسکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاتا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہے۔ کہ روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں۔ اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور سے وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مُہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اُس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے۔ اور اسمیں تو نحوست ہے۔ اور نبی ﷺ کی ہتک شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کہ کنتم خیر امۃ۔ یہ جھوٹ تھا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنے کئے جاویں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی یہ امت۔ جب اسکو اللہ تعالیٰ سے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی نصیب نہ ہوا تو یہ تو کالانعام بل ھم اضل ہوئی اور بہائم سیرت اسے کہنا چاہیئے نہ کہ خیر الامم + اور پھر سورۃ فاتحہ کی دعا بھی لغو جاتی ہے اسمیں جو لکھا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو سمجھنا چاہیئے کہ اُن پہلوں کے پلاؤ زردے مانگنے کی دعا سکھائی ہے۔ اور اُن کی جسمانی لذات اور انعامات کے مورث ہونیکی خواہش کیگئی ہے ہرگز نہیں + اور اگر یہی معنے ہیں تو باقی رہ ہی کیا گیا جس سے اسلام کا علو ثابت ہو وے کہ اسطرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپ حضرت موسیٰ ؑ سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ اُن کے بعد تو اُنکی امت میں سے سینکڑوں نبی آئے مگر آپ کی اُمت سے خدا کو نفرت ہے کہ انہیں سے کسی ایک کی ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا۔ کیونکہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ آخر اُس سے کلام تو کیا ہی جاتا ہے +

نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر آپ میں سے ہو کر اور آپ کی مُہر سے۔ اور فیضان کا سلسلہ جاری ہے۔ کہ ہزاروں اس امت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص اُن میں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایسے دعوے کئے چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو +

ورنہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اگر خدا نے خود ہی اس امت کو اعمیٰ بنایا تھا تو عجب ہے خود ہی اُسے اعمیٰ بنایا اور خود ہی اعمیٰ کیواسطے زجر اور توبیخ ہے کہ آخرت میں بھی اعمیٰ ہوگی اس امت بچاری کے کیا اختیار اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو کہے کہ اگر تو اس مکان سے گر جاوے گا تو تجھے قید کر دیا جاوے گا مگر پھر اُسے خود ہی دھکا دیدے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ گویا نبوت کا سلسلہ بند کر کے فرمایا کہ تجھے مکالمات اور مخاطبات سے بے بہرہ کیا گیا اور تو بہائم کی طرح زندگی بسر کرنیکیواسطے بنائی گئی اور دوسری طرف کہتا ہے کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اب بتاؤ کہ اس متناقض کا کیا جواب ہے۔ ایکطرف تو کہا کہ خیر امت اور دوسری جگہ کہدیا کہ تو اعمیٰ ہے آخرت میں بھی اعمیٰ ہوگی۔ نعوذ باللہ + کیسے غلط عقیدے بنائے گئے ہیں +

اور اگر کوئی باہر سے اسکی اصلاح کیواسطے آگیا تو بھی مشکل اس امت کے نبی کی ہتک شان اور قوم کی بھی ناک کٹی ہوئی کہ اسمیں گویا کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اصلاح کرنیکے قابل ہو سکے۔ اور کسی کو یہ شرف مکالمہ عطا نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس پر بس نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض آتا ہے کہ ایسے بڑے نبی ہو کر اُن کی اُمت ایسی کمزور اور گری گزری ہے۔ ایسا نہیں بلکہ بات یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپ کی امت میں ہی نبوت ہے اور نبی ہیں۔ مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ وہ کیا راہ ہے جس سے انسان خدا کو پا سکے۔ فرمایا جو لوگ برکت پاتے ہیں اُن کی زبان بند اور عمل اُن کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہنا ایک جانور ہوتا ہے اُس کی بدبو سخت ہوتی ہے اور کرنا خوشبودار درخت ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی چاہیئے کہ انسان کہنے کی نسبت کرکے بہت کچھ دکھائے۔ صرف زبان کام نہیں آتی بہت سے ہوتے ہیں جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرتے ہیں نہایت سست اور کمزور ہوتے ہیں صرف باتیں جنکے ساتھ روح نہ ہو وہ نجاست ہوتی ہیں۔ بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نور ہو اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو اس کیواسطے انسان خود بخود ہی نہیں کر سکتا چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے اور درد وگداز سے سوز سے اُس کے آستانے پہ گرا رہے اور اُس کر توفیق مانگے۔ ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مریگا۔ دیکھو جب ایک شخص کو کوڑھ کا ایک داغ پیدا ہو جاوے تو وہ اُسکے واسطے فکرمند ہوتا ہے اور دوسری باتیں اُسے بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جسکو روحانی کوڑھ کا پتہ لگ جاوے اسے بھی ساری باتیں بھول جاتی ہیں اور وہ سچے علاج کیطرف دوڑتا ہے۔ مگر افسوس کہ اُس سے آگاہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ انسان کے واسطے یہ مشکل ہے کہ وہ سچی توبہ کرے ایکطرف سے توڑ کر دوسری طرف جوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے ہاں مگر جسے خدا توفیق دے۔ ہاں ادب سے۔ حیا سے۔ شرم سے اُس سے دعا اور التجا کرنی چاہیئے کہ وہ توفیق عطا کرے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ پا بھی لیتے ہیں اور اُنکی سنی بھی جاتی ہے صرف باتونی آدمی مفید نہیں ہوتا۔ کپڑا جتنا سفید ہوتا ہے اور پہلے اسپر کوئی رنگ نہیں دیا جاتا اتنا ہی عمدہ رنگ اس پر آتا ہے۔ پس تو اسیطرح اپنے آپ کو پاک کرو تا تم پر خدائی رنگ عمدہ چڑھے۔ اہل بیت جو ایک پاک گروہ اور بڑا عظیم الشان گھرانا تھا اُس کے پاک کرنے کیواسطے بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا یعنی اُسے ناپاکی اور نجاست کو دور کرونگا۔ اور خود ہی اُنکو پاک کیا تو بھلا اور کون ہے جو خود بخود پاک صاف ہونیکی توفیق رکھتا ہو پس لازمی ہے کہ اُس سے دعا کرتے رہو اور اُسی کے آستانے پہ گرے رہو۔ ساری توفیقیں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔

صبح کی سیر

۱۵-اپریل ۱۹۰۳ء

فرمایا- رات کے سوال کا یہ حصہ کہ جب مماثلت ہے موسوی اور محمدی سلسلوں میں تو محمدی سلسلے میں موسوی سلسلے کی طرح نبی کیوں نہ آئے یہ حصہ ایسا ہے جس سے ایک انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے لہذا ہم اس کے متعلق زیادہ تشریح کر دیتے ہیں۔

اوّل تو یہی بات کہ مماثلت کے لئے ضروری نہیں کہ دوسر کا وہ عین ہو۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ضرور فرق ہوتا ہے۔ ایک خوبصورت انسان کو چاند سے مشابہت دیدیتے ہیں مگر جائز کہ آئیں ایسے انسان کا ناک نہ ہو۔ کان نہ ہوں۔ صرف ایک گول سفید چمکیلا سا ٹکڑا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ مشابہت کیواسطے بعض حصے میں مشابہت ضرور ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت موسےٰؑ سے آنحضرتؐ کو مشابہت ہے۔ اور اسمیں صرف اعلیٰ جز یہی ہے کہ حضرت موسےٰؑ نے ایک قوم کو جو فرعون کے ماتحت غلامی میں مبتلا تھی اور اُن کے حالات گندہ ہو گئے تھے وہ خدا کو بھول گئے تھے اور اُن کے خیالات اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں موسےٰؑ نے اُس قوم کو فرعون سے نجات دلائی اور اُن کو خدا سے تعلق پیدا کرنے کے قابل بنا دیا۔ اسی طرح آنحضرتؐ نے بھی ایک قوم کو بتوں کی غلامی اور رسم و رواج کی قید سے نجات دلائی اور اپنے دشمن کو فرعون کیطرح ہلاک و برباد کیا۔ یہ مشابہت تھی۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہمارے نبی کریمؐ کو آپ کے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُنکی کسر شان۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ بھی ایک نبی تھے اور اُن کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو اُنکی نبوت کی خصوصیّت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی۔ برعکس اس کے آنحضرتؐ کی ایک عظمت اور آپ کی نبوّت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپکے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔

اگرچہ آنحضرتؐ کی اُمت بھی ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصّہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے۔ مگر چونکہ آنحضرتؐ کا نام خاتم الانبیا رکھا گیا تھا۔ اسلئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دیکر آپ کی کسر شان کی جاوے۔ آنحضرتؐ کی اُمت میں سے ہزارہا انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا اور نبوت کے آثار اور برکات اُن کے اندر موجزن تھے مگر نبی کا نام اور یہ صرف شان نبوت آنحضرتؐ اور سد باب نبوت کی خاطر اُن کو اس نام سے ظاہر الملقب نہ کیا گیا۔ مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرتؐ کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا اور نبوت کے انوار جاری بھی تھے جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین سے نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ کی مہر اور اذن سے اور آپ کی نور سے نور نبوت جاری بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اُسے ظاہراً بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلے کے نبیوں کے ساتھ آپ کی اُمت کے لوگ بھی مماثلت کے پورا کرنے میں صاف طور سے نبی ہونے کا لفظ فرما دیا اور اس طرح سے دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ ادھر یہ کہ آنحضرتؐ کی کسر شان بھی نہ ہو۔ اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جاوے۔ تیرہ سو برس تک نبوت کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوت کی عظمت کے پاس سے نہ کیا اور اُس کے بعد اب مدت دراز کے گزرنے سے لوگوں کے چونکہ اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے کہ آنحضرتؐ ہی خاتم الانبیا ہیں اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جاوے تو اس سے آنحضرت کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آتا اسواسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے لئے ظاہراً بھی بول دیا۔ یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے جیسے آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو اور پھر فرما دیا تھا کہ اچھا اب کر لیا کرو۔ پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بت پرستی سے ہٹے تھے تا پھر وہ اُسی عادت کی طرف عود نہ کریں پھر جب دیکھا کہ اب انکا ایمان کمال کو پہنچ گئے ہیں اور کسی قسم کے شرک و بدعت کو ان کے ایمان میں راہ نہیں تو اجازت دے دی بالکل اسی طرح یہ امر ہے۔ پہلے تیرہ سو برس اُس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا اگرچہ صفتی رنگ میں صفت نبوت۔ اور انوار نبوت موجود تھے اور حق تھا کہ اُن لوگوں کو نبی کہا جاوے مگر خاتم الانبیا کی نبوۃ کی عظمت کے پاس کی وجہ سے وہ نام نہ دیا گیا مگر اب وہ خوف نہ رہا تو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمایا۔ آپکے جانشینوں اور آپ کی اُمت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امور مدنظر رکھنے ضروری تھے۔ اول عظمۃ آنحضرۃ اور دوم عظمۃ اسلام۔ سو آنحضرتؐ کی عظمۃ کے پاس کیوجہ سے ان لوگوں پر ۱۳۰۰ برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ آپکی ختم نبوۃ کی ہتک نہ ہو کیونکہ اگر آپؐ کے بعد ہی آپکی اُمت کے خلیفوں اور دوسرے لوگوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا جیسے حضرت موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا تو اس میں آپکی ختم نبوۃ کی ہتک بھی ہوتی اور کوئی عظمۃ نہ تھی۔ سو خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمۃ لطیف سے آپؐ کے بعد ۱۳۰۰ برس تک اس لفظ کو آپکی اُمت پر سے اُٹھا دیا تا آپکی نبوۃ کی عظمۃ کا حق ادا ہو جاوے۔ اور پھر چونکہ اسلام کی عظمۃ چاہتی تھی کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنحضرتؐ کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جاوے اور تا پہلے سلسلہ سے اسکی مماثلت پوری ہو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے آپکی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا۔ اور اسطرح پر نہایت حکمۃ اور بلاغت سے دو متضاد امور کو پورا کیا اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی اور عظمۃ اور نبوۃ آنحضرۃ بھی قائم رکھی۔

سوال- کیا کوئی عورت نبیہ ہو سکتی ہے۔ فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالے فرماتاہے کہ الرجال قوامون علی النساء۔ اور للرجال علیھن درجۃ تو عورتیں اصل میں مردوں کی ہی ذیل میں ہوا کرتی ہیں۔ جب صاحب درجہ اور صاحب مرتبہ کے واسطے ایک دروازہ بند کر دیا گیا تو یہ بچاریاں ناقصات العقل کس حساب میں ہیں ++ باقی آیندہ

تعلیم الاسلام کالج

تعلیم الاسلام کالج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء سے انشاء اللہ تعالیٰ جاری کیا جاویگا کالج کی ضروریات کو مدنظر رکھکر حضرت مرزا مولوی عبدالکریم صاحب نے جو اپیل قوم کے نام لکھے تھے اسکا اثر ہونا شروع ہو گیا ہے چنانچہ ہمارے ملک سے ہمارے محترم بھائی منشی نذیر الدین صاحب کالج کے لیے ۱۰۰ روپیہ چندہ بھیجتے ہیں منشی نذیر الدین پہلے احمدی ہیں جنہوں نے کالج کے لیے چندہ بھیجا ہے۔ اب جبکہ کالج کے افتتاح کی کارروائی شروع ہونے والی ہے ہر ایک احمدی قوم کو جلد توجہ کرنی ضرورت ہے ہمارا ایسا خیال ہے کہ منشی نذیر الدین صاحب کالج کے ٹرسٹی ہونگے اور ان کی اپنی بھی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ ٹرسٹی ہو سکتے تو اچھا کیا ہے۔ یہ ساری باتیں بہت جلد مدرسہ کی پرنسپل رپورٹ سے انہیں معلوم ہو جاینگی لیکن ہم اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پچیس روپیہ ماہوار چندہ دینے والے بزرگ ٹرسٹی ہونگے اور کیا عجب ہے کہ منشی نذیر الدین صاحب کا نام ہم ٹرسٹیوں کی فہرست میں دیکھیں اور آپ کی تحریک سے اور کئی نام ٹرسٹیوں کے لیے مل سکیں۔ بہرحال منشی صاحب کی یہ ہمت اور مسابقت الی الخیرات دوسروں کے لیے تحریک کا باعث ہے۔ ہمارے دلی آرزو ہے کہ قوم جلد اسطرف توجہ کرے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام مع اہل بیت اللہ تعالے کے فضل و کرم سے تندرست ہیں اور اپنی دعوت تبلیغ میں روز و شب مصروف۔

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور مولوی عبدالکریم صاحب اور فاضل امروہی وغیرہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست اور اپنی ہمت و وسعت کے موافق دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

۳۔ موسم کا رنگ بدل گیا ہوا ہے فصل کی کٹائی شروع ہو گئی ہے + گرمی کا موسم آ چلا ہے

۴۔ تعلیم الاسلام کالج کا وقت تبدیل ہو گیا کالج کے افتتاح کے لیے ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی ہے اس تاریخ سے کالج کھل جاویگا + اللہ تعالیٰ ان اغراض اور مقاصد کو پورا کرے جن کے لیے یہ کالج کھولا جاتا ہے اور قوم اور ملک کیلیے اسکو مفید اور برکت کا ذریعہ بنا دے۔ قوم کے دلوں میں اسکی سرپرستی اور اعانت کا جوش ڈالے اور اسکے سرپرستوں اور کارکنوں کو بلند ہمتی دے۔

۵۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد دن بدن اس کثرت سے بڑھ رہی ہے کہ اس کا اندراج الحکم میں دشوار ہو گیا ہے یہی وجہ تھی اور ہے کہ ہم نے اس کالم کو بند کر دیا ہوا ہے لیکن اس کے متعلق بہت سے خطوط چلے آتے ہیں کہ اسے کھولا جاوے سردست ہم عدم گنجایش کی وجہ سے مجبور ہیں

ڈاکخانہ قادیان

ڈاکخانہ قادیان کے متعلق ہم کسی گذشتہ اشاعت میں لکھ چکے ہیں کہ ڈاک کی رسیدگی اور روانگی کا انتظام محکمہ ڈاک کی بدنامی کا موجب ہو رہا ہے۔ جبکہ ڈاکخانہ کے ذریعہ صدہا روپیہ ماہوار کی آمد محکمہ ڈاک کو ہے جیساکہ ان نقشہ جات سے معلوم ہو سکتا ہے جو ماہانہ طیار کئے جاتے ہیں پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ اسکے انتظام کیطرف توجہ نہ کی جاوے۔ ڈاک کی تقسیم کا یہ حال ہے کہ ۴ بجے تک بھی بمشکل پوری ڈاک تقسیم ہوتی ہے پھر اس دن کے خطوط کا جواب اسی روز کیسے دیا جا سکتا ہے + اور ادھر روانگی کا یہ حال ہے کہ بٹالہ میں جا کر ایک دن کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور روزانہ روز ڈاک وہاں پڑی رہتی ہے یہ بدنظمی سخت توجہ کی محتاج ہو رہی ہے ذمہ دار افسران ڈاکخانہ میں سے کوئی آکر اس ڈاکخانہ کو نہیں دیکھتا اور نہیں پوچھتا کہ کیوں ایسی بدنظمی ہے۔ پوسٹ ماسٹر الگ نالاں ہے کہ کثرت کار کی وجہ سے میری صحت معرض خطر میں ہے اور حقیقت میں وہ اپنی کمزوری لاغری اور کثرت کار کی وجہ سے اس امر کا محتاج ہے کہ اسے آرام کرنے کا موقع دیا جاوے چنانچہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سب پوسٹ ماسٹر نے ایک ماہ کی رخصت مانگی تھی جو اسے نہیں دی گئی ہم اسپر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ کیوں رخصت نہیں دیگئی۔ لیکن ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ موجودہ انتظام بہت کچھ قابل افسوس اور موجب ندامت محکمہ ہو رہا ہے۔ قادیان کے ڈاکخانہ کا انتظام اب ایک آدمی کے کرنے کا نہیں رہا۔ یہ ڈاکخانہ اب کم از کم دو کلرکوں اور ایک انسپکٹر کو چاہتا ہے۔ جبتک یہ انتظام نہو اس امر کی ضرورت ہے کہ ڈاک کی روانگی اور رسیدگی میں جو نقص واقع ہو رہا ہے اسکو دور کیا جاوے۔ اور یہ اسوقت رفع ہو سکتا ہے کہ ذمہ دار آفیسر کو ڈاکخانہ کا معائنہ کریں اور پبلک کی شکایتیں سننے کا انہیں موقع دے کاروباری پبلک جنکا تعلق ڈاکخانہ سے زیادہ ہے وہ حیران ہو رہی ہے اور اس بدنظمی کی سخت شاکی ہے۔ اسپر جلد توجہ کیجاوے۔ ورنہ کاروباری پبلک کو مجبور ہو کر ڈائرکٹر جنرل تک پہونچنا ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بیدار مغز پی۔ ایم۔ جی۔ بہت جلد نوٹس لیں گے اور پبلک کو شکر گذاری کا موقع دینگے۔

دارالامان کی مقامی ضرورتیں

ہم کسی گذشتہ اشاعت میں اس امر کا ذکر کر چکے ہیں کہ لیکن موجودہ جبکہ قادیان کی مقامی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور آبادی بھی یوماً فیوماً بڑھ رہی ہے تو لسقدر ضروری ہے کہ حکام بالا دست ان رفاہ عام امور کیطرف توجہ کریں جنکی ضرورۃ محسوس کیجاتی ہے ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء سے قادیان کا تعلیم الاسلام سکول کالج بنایا جاتا ہے اور کالج کے کھلنے سے طلبہ کی کثرت کی اُمید کیجاتی ہے۔ پھر جبکہ یہ کالج واقع ہے اسکے اردگرد ایک خطرناک ڈھاب موجود ہے جسمیں برسات کا پانی جمع رہتا ہے اور جو ملیریا فیور کا موجب ہو سکتا ہے محکمہ حفظان صحت جہاں رعایا کی حفظان صحت کی تدابیر پر پورا لحاظ رکھتا ہے اور اسے رکھنا چاہیئے۔ اس کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ایسے امور پر غور کرے اور جبکہ پنجاب میں طاعون کثرۃ سے پھیل رہا ہے صفائی اور حفظ کی تدابیر پر عملی کارروائی کے لیے پورا ایکٹ ہے اگر قادیان کا رقبہ نوٹیفائڈ ایریا قرار دیا جاوے اور عملہ صفائی کا باقاعدہ مقرر ہو تو وہ گلی کوچے جہاں سے گذرنا بھی بعض اوقات مشکل ہوتا ہے اور وہ نشیبی حصے جہاں گندہ پانی جمع ہو کر مضر صحت جرم کو پیدا کرتا ہے اچھی حالت میں ہو جائیں اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیا جو اسوقت محض اس وجہ سے کہ کوئی انکا نگران حال اور پرسان نہیں احتیاط کے ساتھ فروخت نہیں کی جاتیں مضر صحت نہ ہوا کریں + یہ سب امور اس قابل ہیں کہ ان پر توجہ کی جاوے اور جہانتک ہم سمجھتے ہیں تحصیلدار صاحب بٹالہ کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ ایسی باتوں پر غور کرکے افسران بالا دست کو اسپر توجہ دلائیں اور ہم لالہ موتی رام صاحب کی ذات سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اس سے پیشتر کہ بٹالہ کی تحصیل کو چھوڑیں ان شکایتوں کو

[illegible]

جان محمد

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

نمبر (۵)

اور منجملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی اُمت سے ہوگا قرآن شریف کی آیۃ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہے یعنی تم بہترین اُمت ہو جو اس لیے نکالی گئی ہو تا دجال معہود کے فتنہ کو فرو کر کے مخلوق کو فائدہ پہونچاؤ۔ اس آیت میں الناس کا ترجمہ دجال جو کیا گیا ہے ہم اس پر قرآنی استشہاد پیش کر سکتے ہیں چنانچہ فرمایا ہے لخلق السموات و الارض اکبر من خلق الناس یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اسرار اور عجائبات ہیں دجال معہود کی طبائع کی بناوٹ اسکے برابر نہیں یعنی گو وہ لوگ زمین و آسمان کے اسرار معلوم کرنے میں کتنی ہی جانکاہی کریں اور کیسی ہی طبع رسا دکھلا دیں پھر بھی انکی طبیعتیں ان اسرار کے انتہا تک نہیں پہونچ سکتی ہیں بعض مفسرین نے الناس سے مراد دجال معہود لیا ہے۔ دیکھو معالم وغیرہ اور ان معنوں کے لیے قرینہ قویہ یہ ہے کہ لکھا ہے کہ دجال معہود اپنی ایجادوں اور صنعتوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں پر ہاتھ ڈالے گا۔ اور اسطرح پر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اسبات کا سخت حریص ہوگا کہ خدا کی باتیں جیسی بارش برسانا اور پھل لگانا اور انسان وغیرہ حیوانات کی نسل جاری رکھنا اور سفر اور حضر اور صحت کے سامان فوق العادۃ طور پر انسان کے لیے مہیا کرنا ان تمام باتوں میں قادر مطلق کی طرح کارروائیاں کرے اور سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہو جاوے اور کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہ ہو۔ غرض جیسے اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہی ہے ایسا ہی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں الناس کے لفظ سے دجال ہی مراد ہے کیونکہ تقابل کے قرینہ سے اس آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت لشر الناس اور شر الناس سے مراد متفق علیہ طور پر دجال ہی ہے۔ اور ان معنوں کی تصدیق ..... سورہ لم یکن کے الفاظ شر البریۃ اور خیر البریۃ بھی کرتے ہیں۔

غرض اس آیت سے بڑی صفائی کے ساتھ واضح ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت سے ہوگا۔ پھر آنے والے مسیح اور اسرائیلی مسیح کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اسمیں اختلاف ہے اسرائیلی مسیح کو سرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ علی العموم شامی لوگ ہوتے ہیں ایسا ہی ان کے بال بھی مُڈ اسے لکھے ہیں مگر آنیوالے مسیح کا رنگ گندم گوں اور بال بھی سیدھے لکھے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ لکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہاں انکو احمر لکھا ہے اور کہیں اس التزام کو نہیں چھوڑا اور آنیوالے مسیح کو گندم گوں قرار دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آنے والے مسیح اور تھے ورنہ تفریق حلیتیں کا التزام کیوں کیا گیا۔ غرض جہانتک اس سوال کیطرف توجہ کی جاوے نصوص قرآنیہ حدیثیہ سے صداقۃً بلا تاویل یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح اسی اُمت سے ہوگا۔

اب اس امر کی تنقید اور توضیح کے بعد دوسرا امر غور طلب یہ ہے کہ کیا آنیوالے مسیح کے لیے یہی وقت ہے یا نہیں جسمیں ہم ہیں؟

اس سوال کے جواب میں بھی جہانتک واقعات کا سلسلہ شہادت دیتا ہے + اور آنیوالے مسیح موعود کی تعیین وقت پر اکابر اُمت کے کشوف اور رؤیا دلالت کرتے ہیں اور وہ علامات و آثار جو مسیح موعود کے لیے بتائے گئے تھے انپر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی وقت ہے جس میں مسیح موعود کو آنا چاہیے۔ ہم ذیل میں مختصراً اس امر تنقیح کے متعلق بحث کرتے ہیں۔

اول ہمنے اوپر دکھایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ خلافت آیت استخلاف کے موافق اسی طرح پر چلا ہے جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چلا تھا۔ اس سلسلہ کے مقابلہ کے لحاظ سے جیسے یہ ضروری تھا کہ خاتم الخلفا مسیح موعود ہو اسی طرح پر اس خاتم الخلفا کا ظہور بھی موسوی مسیح کی مدت ظہور کے مقابل میں واقع ہو۔ چونکہ موسوی مسیح ظاہر نہیں ہوا جبتک کہ سن موسوی کے حساب سے چودھویں صدی نے ظہور نہیں کیا۔ اس لحاظ سے محمدی مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی پر ضروری ہے تاکہ دونوں مسیحوں کا مبدء سلسلہ فاصلہ باہم مشابہ ہو۔ اور سلسلہ کے آخری خلیفہ کو چودھویں صدی کے سر پر ظاہر کرنا تکمیل نور کیطرف اشارہ ہے کیونکہ مسیح موعود اسلام کے قمر کا متمم نور ہے اس لیے اسکی تجدید چاند کی چودھویں رات سے مشابہ ہے اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کیونکہ اظہار تام اور اتمام نور ایک ہی چیز ہیں اور یہ قول کہ لیظھرہ علی الادیان کل الاظہار اس قول سے مساوی ہے کہ لیتم نورہ کل الاتمام پھر دوسری آیت میں اسکی اور بھی تصریح کر دی ہے جہاں فرمایا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون تمام نور کے لیے چودھویں رات مقرر ہے اسلیے اتمام نور قمر اسلام کے لیے بھی چودھویں صدی مقرر تھی۔

اور ایسا لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ میں بھی ایک پیشگوئی اس امر کی ہے کہ چودھویں صدی پر جبکہ اسلام مشکلات اور مصائب کے درمیان ہوگا اسی طرح پر جیسا کہ بدر کے وقت تھا اسوقت اللہ تعالیٰ کی نصرت ظاہر ہوگی۔ اور بہت سے قرائن اور اشارات اس قسم کے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ چودھویں صدی یعنی اسی صدی میں مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔

علاوہ بریں مسیح موعود کا کام یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ کسر صلیب کے لیے آئے گا۔ اسکا کام خود بتا رہا ہے کہ وہ کس زمانہ میں آئیگا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اُسوقت صلیبی مذہب کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ہر پہلو سے بے اعتدالیاں ہونگی۔ اب اس نتیجہ پر پہونچنے کے لیے کسی مزید غور کی بھی حاجت اور ضرورۃ نہیں رہتی کیونکہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کا اثر لاکھوں انسانوں کے دلوں پر پڑ گیا ہے اور ملک اباحت کی تعلیموں سے متاثر ہوتا جاتا ہے صدہا آدمی ہر ایک خاندان میں نہ صرف دین اسلام سے ہی مرتد ہو گئے۔ بلکہ جناب سیدنا رسول اللہ صلعم کے سخت دشمن ہیں اور انتک بہت سی کتابیں رد اسلام میں جنمیں سب و شتم کے سوا کچھ نہیں شائع کی گئی ہیں۔ ایسی حالت میں عقل سلیم بجائے خود تجویز کرتی ہے کہ اسلام کی نصرت اور تائید میں کوئی انتظام نہ کیا جاتا۔ ... فتنوں کے فرو کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی اندرونی حالت کو پاک کرنے کے لیے خود تھوڑی آنا اور تیرھویں صدی کا پورا سو سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ ان زہریلی ہواؤں کی اصلاح جو بڑے زور شور سے چل رہی ہیں اور عام وبا کی طرح ہر ایک شہر اور گاؤں سے کچھ نہ کچھ اپنے قبضہ میں لا رہی ہیں ہر ایک معمولی طاقت کا کام نہیں کیونکہ یہ ضلالت تاثیرات اور ذخیرہ اعتراضات خود ایک معمولی طاقت نہیں بلکہ زمین نے اپنے وقت پر ایک جوش مارا ہے اور اپنی تمام زہر کو بڑی قوت کے ساتھ اُگلا ہے اسلیے اس زہر کی مدافعت کے لیے آسمانی طاقت کی ضرورت ہے کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ باقی آیندہ

ملفوظات احمدیہ

ہر رات حاملہ عورت کی طرح ہوتی ہے جیسے وہاں معلوم نہیں کہ کیا پیدا ہو نہیں معلوم صبح کو کیا نتیجہ پیدا ہو - اسلیے متقی اپنی اوقات کو ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ ہر وقت طیار رہتا ہے یہ جانکر کہ معلوم نہیں کس وقت آواز پڑ جاوے۔

نبوۃ کا لفظ ہمارے الہامات میں دو شرطیں رکھتا ہے اول یہ اسکے ساتھ شریعت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ بواسطہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم۔

جو لوگ ملائک سے انکار کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انکو اتنا معلوم نہیں کہ دراصل جس قدر اشیا دنیا میں موجود ہیں ذرہ ذرہ پر ملائکہ کا اطلاق ہوتا ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ بغیر اسکے اذن کے کوئی چیز اپنا اثر نہیں کر سکتی جہانتک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں جا سکتا اور نہ وہ مؤثر ہو سکتا ہے مَامِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ کے یہی معنے ہیں اور رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ کے بھی یہی معنے ہیں - یہی اسلام اور ایمان ہے اس کے سوا بدبودار چیز ہے۔

موت کا مضمون بہت ہی مؤثر مضمون ہے اگر یہ انسان کے اندر چلا جاوے تو انسان بدیوں سے بچنے کی بہت کوشش کرے - ابراہیم ادہم اور شاہ شجاع جیسے بادشاہوں پر اسی مضمون نے اثر کیا تھا جو سلطنتیں چھوڑ کر فقیر ہو گئے

جو چیز علل اور اسباب سے پیدا ہوتی ہے وہ خلق ہے اور جو محض کُنْ سے ہو وہ امر ہے - چنانچہ فرمایا ہے اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ عالم امر میں کبھی توقف نہیں ہوتا۔

خلق سلسلہ علل و معلول کا محتاج ہے - جیسے انسان کے بچہ پیدا ہونے کے لیے نطفہ ہو پھر دوسرے مراتب - اور طبعی اور طبابت کے قواعد کے نیچے ہوتا ہے مگر امر میں یہ نہیں ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

قرآن شریف عمل کے لیے ہے اور عمل کے لیے ضروری ہے کہ اسکا علم ہو اور قرآن کا علم حاصل ہوتا ہے تقوی سے پس تقوی اختیار کرو۔

اپنے گناہوں کی معافی کے لیے جب خدا تعالیٰ سے دعا مانگو تو چھپکر اور آہستہ مانگا کرو۔

زبر الاولین کی ساری صداقتیں قرآن مجید میں موجود ہیں - مگر ان صداقتوں کے دلائل نہیں مگر قرآن شریف انکو مدلل بیان کرتا ہے اور اسرار شریعت سے آگاہی بخشتا ہے۔

چھوٹا آدمی قرآن شریف سے استدلال نہیں کرتا بلکہ وہ تو اُسکے سُننے سے بھی عاری ہوتے ہیں اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ انکے لیے ہی ہے - پھر ان کا اسپر عملدر آمد کیونکر ہو اور قرآن ان کے لیے راحت جان نہیں ہو سکتا - قرآن ایسی چیز ہے کہ اس سے ہم تمام دنیا کے صادق اور کاذب میں فرق کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف کو پڑھو اور آیات اللہ میں غور کرو کہ کیا تمکو قرآن شریف سے لذت آتی ہے یا کسی اور کے کلام سے پھر تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ تم کون ہو؟ قرآن شریف سعید اور شقی دو ہی قسم کے آدمیوں کا ذکر کرتا ہے اسطرح تم اپنی سعادت اور نجات یا شقاوت اور سزا کا پتہ لگا سکتے ہو

ایمان تمام خوبیوں کا جامع ہے اور کفر تمام بدیوں کا۔

اصل قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ اسپر ایمان لایا جائے اور اسکو سمجھا جائے اور اور وں کو سمجھایا جائے۔

جب مامورمن اللہ دنیا میں آتے ہیں تو تین چیزیں ان کے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں - ۱- دنیا میں قحط پڑتے ہیں - ۲- لڑائیاں ہوتی ہیں - ۳- وبائیں آتی ہیں۔

اللہ کے احسان یاد کرنے سے بغض - حسد - کینہ وغیرہ بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں۔

فساد کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کی سی اطاعۃ اور محبت کسی اور سے کی جاوے - اور شفقت علی خلق اللہ نہ ہو یہی اور فساد کی اصل ہیں۔

امام کے لیے تین شرطیں ہیں - اول احکام الٰہی مخلوق کو پہنچاتا ہے - ۲- مستقل مزاج ہوتا ہے کوئی امر اسکی دعوت اور تبلیغ کی راہ میں روک نہیں ہو سکتا - ۳- خود اسکو احکام الٰہی پر پورا یقین ہوتا ہے۔

حصول رزق کے گُر - اول جناب الٰہی میں دعا مانگنا - دوم اُن قوانین پر کاربند ہونا جو رزق کے متعلق خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمائے ہیں - سوم خدا تعالیٰ کے عطیات و انعامات کا شکر کرنا - چہارم متقی بننا۔

مسلمان کو پکا مسلمان ہونے کے واسطے کم از کم دو کام ضرور کرنے چاہییں اول کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ دس آیتیں ہر روز فکر سے پڑھنی چاہییں اور نماز سنوار کر پڑھنی۔

التحیات زبانی عبادتیں **الصلوات** بدنی عبادتیں - **الطیبات** مالی عبادتیں

سب نیکیوں کی جڑ نماز ہی ہے صحابہ کرام نماز میں ایسے محو ہو جایا کرتے تھے کہ نماز کے بعد ایکدوسرے سے مصافحہ کیا کرتے تھے - مومن کو جو ملتا ہے نماز ہی سے ملتا ہے - اسی سے ہر طرح کے وساوس دور ہوتے ہیں - اور مشکلات حل ہوتی ہیں جس نے نماز کو نہ پہچانا اس نے بیشک اسلام کو نہیں پہچانا جسکو ایک دفعہ نماز کی لذت آجاوے پھر وہ دوسری لذتوں کو ایسا بھول جاتا ہے کہ اسکا دل کرتا ہے کہ ہر وقت نماز ہی پڑھتا رہوں مگر یہ بصیرت خدا ہی کیطرف سے ملتی ہے - جب وہ کسیکو اپنی طرف کھینچتا ہے تو حواس ہی ملتبس ہو جاتے ہیں یعنی اسکی آنکھیں اور کان اور ہو جاتے ہیں - وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا تم کوشش کرو خدا رستہ دکھا دیگا - دعا کیے جاؤ اور دعا کا پیچھا نہ چھوڑو - آخر جو بندہ یا بندہ - اگر تضرع پیدا نہیں ہوتا تو تضرع پیدا کرنے کا بھی یہی علاج ہے کہ دعا کرو تضرع پیدا ہو جاوے - نماز میں جو قومہ اور جلسہ اور دیگر مختلف حالتیں اور تغیرات ہیں ان کا بھی مطلب ہے کہ تم میں قلق پیدا ہو جاوے - قلق بار بار اُٹھنے بیٹھنے سے ظاہر ہوتا ہے قلق خدا کو بہت پسند ہے - طالب حق جو ہوتا ہے اسمیں ضرور ہی قلق اور بیقراری ہو جاتی ہے - اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ - عبادۃ کا مغز دعا (نماز) ہی ہے۔

تمام ذرات خدا کے تابع ہیں - خدا کے سوا کسی پر امید رکھنا کہ فلاں میری بھلائی برائی کمی بیشی کر سکتا ہے یہ بھی شرک ہے - وہ خدا ایسا ہے کہ سب کچھ کر سکتا ہے جب کسی بادشاہ کے سامنے لوگ جاتے ہیں تو پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے سامنے جانے کے لیے ہمیں سکھایا گیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی وہ پاک ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور ہر نقص سے پاک ہے اور ہر ایک کی پرورش اسکے ہاتھ میں ہے - پھر فرمایا کہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یعنی وہ ہماری کوششوں اور دعا کے بغیر ہمپر فضل کرنے والا ہے - جسطرح ابھی ہم پیدا ہوئے ہی نہ تھے کہ اُسنے زمین اور ضروری سامان پہلے ہی طیار کر دیے - یہ سب رحمانیت کی صفت کا تقاضا ہوا - پھر ایسے بھی بعض نعماء ہیں کہ دعاؤں پر حاصل ہوتے ہیں - پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی ہر ایک نیک و بد عمل کا بدلا دینے والا وہی ہے پس کسی سے نفع و نقصان کا خوف مت رکھو کیونکہ جزا ہر عمل کی اسی کیطرف سے آتی ہے - غرض یہ ہے کہ دعائیں مانگا کرو - اور دعاؤں میں لگے رہو۔

تفسیر القرآن کا دوسرا نمبر ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو انشاء اللہ شائع ہو جاویگا مضامین فہرست ۲۴ اپریل الحکم میں شائع ہو گی قیمت سالانہ ۲؎

خطبہ

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن
بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ
أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ
الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ
قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيلُ ۝ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ
وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا
رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ

ترجمہ

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات کو مان لیا بعد اس کے کہ انکو سخت دکھ پہونچے اور اللہ تعالی کی خاطر سچا تقوی اختیار کیا اور ایسی عبادت کی کہ گویا اسکو دیکھ رہے ہیں انکے لیے بہت بڑا درجہ ہے۔ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے آکر کہا کہ دشمنوں نے تمہاری ہلاکت کرنے کے لیے لشکر اکٹھا کیا ہے۔ تم ڈر جاؤ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو اس خبر کو سنکر ان کا ایمان اور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے کہا کہ دشمنوں کی کثرت کے مقابلہ میں اللہ ہمارے لیے بس ہے۔ اور اسی نے ہماری کامیابی نصرت اور تائید کی وکالت لے رکھی ہے آخر وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے۔ وہ دشمن جو کثرت کے ساتھ آئے تھے ذلیل ہوئے۔ اور مومن دوہری خوشی لیکر آئے اول فتح کی خوشی اور دشمنوں کا مال لیکر واپس ہوئے اور کوئی دکھ اور نقصان انکو نہ پہونچا اور سب سے بڑی کامیابی یہ ملی کہ انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ان آیتوں میں ہمارے لیے ہمارے سلسلے کے لیے عظیم الشان سبق اور عظیم الشان بشارت اور خوشخبری ہے۔ ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے مامور و مرسل اور انکی جماعت پر ضرور ہے کہ ایک ایسا وقت آئے کہ کل دنیا ان کی مخالفت کے لیے اٹھے اور وہ اپنے ہر قسم کے ہتھیار ان پر چلانے کے لیے طیار ہو اور وہ اپنی مادی اور زمینی اسباب پر بھروسہ کرکے یہ فتوی دیدیں کہ اب ان کو ہلاک کر دینگے۔ لیکن ایسی حالت میں جوں جوں مصائب اور مشکلات بڑھتے ہیں ایماندار لوگوں کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے ان کی روحوں میں خدا تعالی کی محبت عظمت اور اپنی بیکسی سے اسپر توکل اور اسکی طرف تبتل کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی پاک جماعت ہر زمانہ میں ایک زندہ اور عجیب نمونہ ہیں جنکو دیکھکر مومن کی تشفی و تسلی ہوتی اور اللہ تعالی پر اس کا ایمان بڑھتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ جب صحابہ کا قلیل اور ضعیف گروہ اپنے محبوب و مولا کے ساتھ تھا۔ ایک طرف مدینہ کے یہود انکو دھمکیاں دیتے تھے دوسری طرف کل عرب منصوبہ بازیاں کر رہا تھا کہ جس طرح ممکن ہو انکو ہلاک کر دیں۔ ایسی حالت میں کوئی شخص عقل اور قیاس سے یقین نہیں کر سکتا تھا کہ یہ بیکس انسان جو اپنے وطن سے مہجور ۳۰۰ کوس بیٹھا ہوا ہے اور اہل وطن بھی اس کے دشمن ہیں ایسا عظیم الشان انسان ہوگا کہ اسکی کامیابی کی نظیر دنیا میں نہ ملے گی۔

حقیقت میں مادی اسباب مادی عقول اس قسم کا فتوی اسحالت میں دے سکتی ہی نہیں + مگر صحابہ یقین کرتے تھے کہ یہ **کامیاب** ہوگا اور اسکی کامیابی اللہ تعالے کی ہستی کا ایک زندہ نشان ہوگی اور اسکی سچائی کا بین ثبوت!

قربان ان لوگوں کے ایمان پر کیسے خدا تعالے کی باتوں کو مانتے ہیں۔ جب دنیا انکی موت کا فتوی دیتی ہے وہ اپنی زندگی پر ایمان لاتے ہیں ایمان ایسی لذیذ شے ہے کہ یہ خطرناک اور جانستاں مشکلات میں بھی انسان کو معرفت کا نور عطا کرکے اسکی ساری مایوسیوں اور کو فتنوں کی تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ یہ کیسا ہیبت ناک نظارہ ہے جو ان آیتوں میں بیان کیا ہے کہ صحابہ کو اطلاع ملتی ہے کہ سارا عرب مخالفت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ مقابلہ کے لیے آتے ہیں تم ان سے ڈر جاؤ + منافق ایک نقطہ کہتا ہے کہ انسانوں سے ڈر جاؤ مگر وہ خدا پرست قوم باوجود اپنی کمزوری اور قلت بیکسی اور غریب الوطنی کے کس ایمان اور سرور کے ساتھ کہتے ہیں حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ ان کا یہ قول انکی ایمانی قوت کا پتہ دیتا ہے دشمن کی کثرت انکی قلت چاہیے تھی کہ ایمان کو کمزور کرتی اور وہ ڈر جاتے مگر یہ رپورٹ ان کے لیے یا ترقی کا کام دے گئی انکی قلبی اور ایمانی حالت کا اظہار ان الفاظ میں اللہ تعالے نے کیا ہے فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ان پر ایمان انکا بڑھ گیا۔

مجھ کو اس آیت کو پڑھکر لذت آتی ہے کہ وہ کیسی خدا پرست متبتل اور متوکل قوم ہے کہ دنیا اور اسکی قوتیں انکی نظر میں ہیچ اور مردہ کیڑے سے بھی بڑھ کر ہیچ ہیں۔ دشمن کی کثرت انپر کوئی رعب نہیں ڈال سکتی کیوں؟ وہ مقتدر غالب ہستی پر ایمان رکھتے ہیں اسلیے کہتے ہیں

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

وہ کیا ایمان تھا؟ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی ان کو اللہ تعالی کے وعدے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں یاد آگئیں کہ وہ وقت آگیا ہے

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

بڑی کثرت کے ساتھ لوگ چڑھ کر آئیں گے مگر شکست کھائیں گے۔

ابھی تو وہ قوم سامنے آئی ہے نہ شکست دی ہے مگر ان کے اجتماع کی ہی خبر سے ایمان بڑھ گیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے اگر اس قوم نے اللہ تعالے کو واقعی دیکھ نہیں لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور نصرتوں کا مشاہدہ نہیں کر لیا تو کیوں بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

اس ایمان کا نتیجہ کیا ہوا۔ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ

اس ایمان کی بدولت اس توکل کی وجہ سے وہ کمزور اور قلیل جماعت بامراد کامیاب ہو کر اللہ کی نعمت اور فضل لیکر واپس ہوئی۔ اور انہیں کوئی دکھ نہ پہونچا۔

میرے دوستو! ان آیتوں کا نمونہ ماموریں اللہ کے وقت دیکھا جاتا ہے اسوقت خدا تعالی کے خلیفہ مسیح موعود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر کے وقت پھر ان کے ظہور کی نوبت آئی ہے۔ الذین استجابوا۔ الآیہ باوصفیکہ قوم کو بڑے بڑے زخم پہونچ چکے تھے وطن اور قوم سے وہ نکالے گئے لیکن پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو پکارا تو لبیک لبیک کہکر اٹھ کھڑے ہوئے + دیکھو فتح کی پیشگوئیاں تھیں نصرتوں کے نشانے موجود تھے بایں اگر کوئی چشم زخم پہونچا تو پھر بھی یہ قوم خدا کے وعدوں پر سچا ایمان لاتی ہوئی لبیک کہتی ہے

آفریں اے صحابہ تیرے ایمانوں پہ

بڑے بڑے دکھ پہونچے۔ بھائی ذبح ہوئے لیکن + تمہارا ایمان کیا ایمان تھا کہ وہ بڑھتا گیا

غلام

یہانتک کہ خدا کے وعدے پورے ہوئے*

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوہ سمجھتا ہے ضرور ہے کہ وہ ابتلا۔ امتحانوں کے نیچے آوے جو اس کے ایمان کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں + کوئی سلسلہ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے اسپر ایسے ابتلا لازماً آتے ہیں اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود کے خلاف اور اس کی قوم کے خلاف منصوبے ہوتے اور انکو معدوم کرنیکی تجویزیں ہوتی ہیں لیکن ان باتوں کو سنکر اس کی جماعت کا کثیر حصہ ایسا ہے کہ انکا ایمان بڑھتا ہے۔

بہت سے لوگ اسوقت ہیں کہ انکو کہا گیا کہ فلاں مولوی نے تمہارے خلاف فتوے طیار کیے ہیں رشتے ناطے بند کردیے دکھ دیئے۔ مگر وہ حسبنا اللہ کہہ اُٹھے۔ کہ یہ سچا موعود ہے اور یہ سلسلہ سچا ہے اسکو ہم چھوڑ نہیں سکتے اسکی طرف سے مبارکی ہو ان لوگوں کو جنھوں نے ایسا ایمان پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو تقویٰ طہارت نصیب کرے اور ان پر اپنا فضل کرے کہ وہ شہداء علے الناس ہوں۔ آمین +

عام اخبار اور سلسلہ عالیہ احمدیہ

لاہوری ہم عصر پیسہ اخبار نے ۱۱ اپریل کی اشاعت میں جہاد پر ایک مضمون شائع کیا ہے جس کی غرض اس کارروائی کو چھپانا ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے جہاد کے استیصال کے متعلق ہو رہی ہے پیسہ اخبار کے لائق نامہ نگار نے (کیونکہ پیسہ اخبار نے اس کی رائے کو اپنے ایڈیٹوریل میں درج کیا ہے) اپنے اس مضمون میں جہاد کے خلاف کارروائی کرنے والے مسلمانوں کو خود غرض کہا ہے جس سے صاف طور پر صاحب مضمون کا عندیہ اور منشا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دل سے اس مسئلہ کی ضرورت سمجھتا ہے ورنہ اس کے کیا معنے کہ جہاد کی مخالفت کرنے والوں کا نام وہ خود غرض رکھتا ہے۔ ہم اس بیجا اور طولانی سلسلہ کو جو تاریخی استشہاد کے لیے پیش کیا ہے چھوڑتے ہیں کیونکہ نفس مضمون سے اسکو کچھ تعلق نہیں ہے اصل سوال یہ ہے کہ کیا جہاد کا اعتقاد مسلمانوں میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اور وہ آنے والے مسیح اور مہدی کے وقت میں جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟

اس سوال پر پیسہ اخبار نے بحث نہیں کی۔ بلکہ غیر متعلق امور کا سلسلہ شروع کر دیا + ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اگر ان کا اعتقاد جہاد کے متعلق وہی ہے جو ہم رکھتے ہیں یعنی اس وقت اسے حرام ٹھیراتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہماری مخالفت کے لیے اُٹھتے ہیں انھیں تو چاہیے کہ ہماری تائید کریں نہ یہ کہ ہمیں گالیاں دیں یہ ایک ضروری پوائنٹ ہے جو کسی صورت میں نظر انداز نہیں ہونا چاہیے + ہمکو تعجب ہے کہ پیسہ اخبار ایکطرف تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان جہاد کا خیال بھلائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف جہاد کے نہ ہونیکی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ کی طاقت مضبوط ہے۔ اور وہ وہمی اشکال سے ڈر نہیں سکتی۔

سید احمد خان کی تعریف کی جاتی ہے کہ اُس نے ان احادیث پر پانی پھیر دیا ہے جن میں مسیح اور مہدی کی بشارتیں موجود ہیں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان بشارتوں کی بنا پر جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح اور مہدی آنے والے ہیں وہ جہاد کا خیال ضرور رکھتے ہیں ورنہ سید احمد خاں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ان حدیثوں کی صحت ہی سے انکار کرتے + اور پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے کیوں اسکو فخریہ بیان کیا۔ جب یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان بشارتوں سے جہاد کا وجود پایا جاتا ہے تو اب دیکھنا یہ باقی ہے کہ کسقدر لوگ ہیں جو سید احمد خان کی اس تاویل کو ماننے والے ہیں پیسہ اخبار خود ہی انکی تعداد بتادے۔ کیا عام مسلمان اہل حدیث حنفی شافعی مالکی حنبلی وغیرہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں یا صرف ایک محدود جماعت جو اس اعتقاد کے ساتھ قرآن اور ارکان اسلام کے متعلق بھی اپنے ایسے خیال رکھتی ہے جو دوسرے مسلمانوں کے نہیں ہیں۔

پھر علیگڈھ سکول کے تربیت یافتہ طالب علموں کو کل مسلمانوں کا ریپریزنٹیٹو قرار دینا کون سی دانشمندی ہے گورنمنٹ ایسی بیوقوف اور نادان نہیں کہ وہ عام مسلمانوں اور علیگڈھ پارٹی میں تمیز نہ کرسکے پھر جبکہ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے تو کیوں اسے نظر انداز کیا جاوے ہمارا روئے سخن ہمیشہ ان لوگوں کیطرف ہے جو مسیح اور مہدی کے منتظر ہیں پس ہم ان کے غلط معتقدات کی اصلاح کرنی چاہتے ہیں اور جہاد کے خیالات ان کے دلوں سے دور کرنا چاہتے ہیں۔

نامہ نگار کی وسعت معلومات پر ہمیں افسوس آتا ہے اور پیسہ اخبار کی ایڈیٹر کی لوکل انفرمیشن پر تعجب آتا ہے کہ ایکطرف تو سید احمد خان کی خدمات متعلقہ جہاد کو کافی سمجھا جاتا ہے اور مسلمانوں میں چھ سو سال سے جہاد کا خیال نہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے دوسری طرف اتنا معلوم نہیں کہ لاہور کی انجمن اسلامیہ کو ہی پچھلے دنوں جہاد کے خلاف ایک فتویٰ شائع کرنیکی ضرورت پڑی۔ ایسا رسالہ کیوں شائع کیا گیا اگر یہ فتنہ خوابیدہ کا بیدار کرنا تھا۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں کوئی امر اسکا محرک انکو نظر نہ آتا تھا تو کیا مسلمانوں کا روپیہ یوں ہی برباد کیا گیا اور سرود بمستان یاد دہانیدن کا کام انھوں نے کیا۔

نامہ نگار موصوف کی تحریر میں آخری بات اور بھی قابل توجہ ہے لکھا ہے کہ یہ خیال کہ کسی خاص مجمع میں علماء اسلام سے مسئلہ جہاد کا تصفیہ کرایا جاوے فتنۂ خوابیدہ کو جگانا اور مشکلات کا پیدا کرنا ہے کوئی حقیقی خیرخواہ ایسا مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی کبھی عاقبت اندیش گورنمنٹ ایسے ضرر رساں مشوروں پر کاربند ہوکر اپنی مشہور پالیسی کو ترک کرسکتی ہے۔

پیسہ اخبار کا یہ آخری کوٹیشن خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اگر یہ سچ ہے جیسا کہ پیسہ اخبار نے ظاہر کیا ہے کہ چھ سو سال سے یہ خیال بھولا ہوا ہے تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ محض جہاد کے متعلق علماء اسلام سے تصفیہ کرانے میں یہ فتنہ خوابیدہ بیدار ہو سکتا ہے؟ یہ بات معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل نہیں ہے اگر جہاد کا خیال اور اعتقاد ایسے طور پر راسخ اور پایا جاتا نہیں تو کیا اس کے تصفیہ سے اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے؟ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ خیال بڑے ایسے طور سے اکثر دلوں میں قائم ہے کہ ذرا سی تحریک سے پیدا ہو سکتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ پیسہ اخبار اور اسکے نامہ نگار کی ساری کوشش جو اس مضمون کے لکھنے میں صرف کی گئی ہے اسی ایک فقرے سے رائگاں ثابت ہوتی اور ملمع سازی کھل گئی جو اس مضمون کی زینت تھی۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا خیال اور اعتقاد راسخ نہیں ہے تو پھر کیوں علماء کے تصفیہ سے وہ آگ سلگ سکتی ہے۔

فرزانہ گورنمنٹ اس امر پر کافی غور کر چکی ہے اور وہ کبھی اس امر کو تسلیم نہیں کرسکتی کہ مہدی اور مسیح کے منتظر جہاد کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہ امر نئی شکل کیا ہے یا اور بھی واضح ہو جاوے گا کہ اگر استیصال کی صورت یہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود پر ایمان لایا جاوے جس قدر لوگ اسکی جماعت میں داخل ہوتے ہیں وہ ان خیالات کو اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور انھیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ پس مسئلہ جہاد کے متعلق تنقیح طلب دو امر ہیں۔

* نوٹ۔ پہلے قید اباحتی شخص ہے جو مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ یہودیوں اور شیعوں کے مسلم مسئلہ یعنی مسیح کی آمد ثانی اور مہدی کی آمد کا انکار کرکے ایک تو اتر قومی اور تعامل کے مسئلہ کا انکار کرتا ہے وہ اس انکار سے اپنی مذہبی اور تاریخی واقفیت پر [illegible] داغ لگاتا ہے۔ اس ظالم کا انکار اس عظیم الشان پیشگوئی کے عدم وجود کا باعث نہیں ہو سکتا جو تمام نبیوں کی زبان پر چلی آتی ہے +

اول ۔ کیا مسیح اور مہدی کے منتظر مسلمانوں اور علی گڑھی مسلمانوں میں بلحاظ اس عقیدہ کے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

دوم ۔ مسیح اور مہدی کے منتظر مسلمانوں کو جہاد پر یقین ہے یا نہیں؟

اور یہ دونوں سوال ہیں ۔ دونوں قوموں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور جو لوگ مسیح مہدی کے منتظر ہیں وہ جہاد کا خیال بھی ضرور رکھتے ہیں پس ہم بھی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ غلط خیال مسلمانوں کے دل سے دور کیا جاوے جو لوگ اس امر میں ہمارے ساتھ ہیں کہ جہاد حرام ہے پھر ان کا ہماری مخالفت کرنا ان کے دعوے کو باطل ٹہرانا ہے ۔

ہم اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے اپنے مضمون کے آخری حصہ میں معناً تسلیم کر لیا ہے کہ یہ خیال مسلمانوں کے دل میں خطرناک طور پر جاگزین ہے چنانچہ وہ فقرات جو جلی قلم سے اوپر ہم نے لکھے ہیں قابل غور ہیں ۔

ان لوگوں کا مسائل جہاد کی مخالفت کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان کے دلو نمیں کیا ہے ۔

جمعہ کی تعطیل

جمعہ کی تعطیل پر پیسہ اخبار نے واقعات کی غلط فہمی اور غلط بیانی پر رائے زنی کی تھی جس کی اصلاح ہم نے اسی وقت کر دی تھی ۱۱ ۔ اپریل ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں پیسہ اخبار نے کسی حد تک اپنی غلطی کا اعتراف کھلے الفاظ میں کر لیا ہے اور اگر وہ فراخدلی اور انصاف سے کام لیتا تو یقین تہا کہ اپنی ساری غلطی کا اعتراف کر لیتا مگر یہ اس کے لئے مشکل ہے تاہم یہ بھی غنیمت ہے ۔ پیسہ اخبار کو ہم نے بحیثیت مسلمان کے ملزم کیا تو اس نے کھسیانا ہو کر بجائے صاف لفظوں میں تائید کرنے کے اور راہ اختیار کی اس کی تحریر سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس تجویز کا موید ہے لیکن تعصب اسے کچھ کرنے نہیں دیتا ۔

وہ لکھتا ہے کہ چونکہ اتوار کے سوائے یہ تعطیل مانگی ہے اس لئے اس کا قبول ہونا اور بھی دشوار اور بعید از قیاس ہے ہم کہتے ہیں کہ اس وقت سوال یہ نہیں کہ قبول ہونا قرین قیاس ہے یا بعید از قیاس ۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کی شوکت کے اظہار کے لئے مسلمانوں کی ہفتہ وار عید کی تعطیل ضروری ہے یا نہیں اس کا منظور کرنا یا نہ کرنا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے لیکن کیا اگر کوئی جائز امر کسی وجہ سے سردست حاصل ہو سکتا ہو تو اس کے جائز حقوق کو بھی چھوڑ دینا چاہیے کیا ساری درخواستیں جو ہندو یا مسلمان اپنے جائز حقوق کی بنا پر کرتے ہیں سب کی سب منظور کی جاتی ہیں؟ ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ گورنمنٹ منظور کرتی ہے یا کیا؟ ہمارا اپنا فرض اسی قدر ہے کہ جس امر کو مسلمانوں اور اسلام کے لئے بہتر اور مفید سمجھا جاوے اس کے حصول کے لئے سعی کریں ۔ جمعہ کی تعطیل منجملہ ان باتوں کے ہے پس ہر ایک **مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت** سے فرض ہے کہ وہ اس تجویز کی تائید کرے اور اس کو مسلمانوں کا قومی اور مذہبی کار سمجھکر متحد طاقت سے گورنمنٹ کے حضور درخواست کریں ۔ اور پھر امید ہو سکتی ہے کہ گورنمنٹ بھی ضرور لحاظ کرے اس تعطیل کے متعلق ہر مسلمان اخبار نویس ہر اسلامی انجمن کا فرض ہے کہ وہ ہماری موید ہو ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا فرض ادا کر دیا ۔ وہ اپنی نیت کے موافق اس عمل کی جزا لیگا ۔

ہمیں بارہا حیرت ہوتی ہے کہ کیوں ایسی باتوں پر بیجا نکتہ چینی کی جاتی ہے جو عام اغراض اسلام کے مفید اور نافع ہوتی ہیں پیسہ اخبار کی یہ رائے ہے کہ ہندوستان میں جمعہ کی تعطیل کی اگر کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ مسلمان آپس میں فیصلہ کر کے اس روز دوکانیں اور دیگر پرائیویٹ کاروبار بند کر دیا کریں ۔ ہم اس رائے کی مخالفت نہیں کرتے بیشک یہ بھی عمدہ بات ہے اور جمعہ کی شوکت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایک راہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ غرض مفقود نہیں ہونی چاہئے کہ ہم گورنمنٹ سے التجا نہ کریں اور تعطیل نہ چاہیں ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ پیسہ اخبار اپنی رائے پر نظر ثانی کر کے کھلے الفاظ میں اس میموریل کی تائید کرنا اپنا فرض سمجھیگا اور دوسرے مسلمان معاصرین کو متوجہ کریگا ۔

چودہویں صدی اور میموریل پر

چودہویں صدی پیسہ اخبار کے اس نوٹ ہی کی نقل پر اپنی رائے کا اتنا اضافہ کرتا اور استہزا کرتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو اصول سیاست مدن کے متعلق بھی کوئی الہام ہوا کرتا تو وہ انگریزی گورنمنٹ کے سامنے ایسی درخواست پیش نکرتے ۔ ہم اس استہزا کا تو کوئی جواب دینا نہیں چاہتے بجز اس کے کہ مایاتیہم من رسول الا کانو بہ یستہزؤن ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آئی ہے لیکن ایڈیٹر چودہویں صدی کی اصول سیاست مدن سے واقفیت البتہ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں امید ہے کہ وہ قوم کو اپنی وسیع واقفیت سے محروم نرکھیں گے ۔

مگر ہمیں ڈر لگتا ہے کہ وہ اپنی قابلیت ظاہر کرتے ہوئے اسبات کا شاید لحاظ نہ رکھہ سکیں کہ اسلامی اصول کیا ہیں اور ان میں اب کسی ترمیم یا تنسیخ کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس پارٹی کے بعض افراد کی رائے ہے کہ نماز اور روزہ میں ترمیم ہونی چاہئے اسلامی اصول اگر مکمل اور عالمگیر ہیں! اور ہیں اگر وہ دنیا کی ضرورتوں کے لئے متکفل ہیں اور ہیں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ جمعہ کی تعطیل کو سیاست مدن کے اصول کے خلاف چودہویں صدی **کا مسلمان ایڈیٹر کیسے ثابت کر سکتا ہے**! اور اس پر جمعہ کی فرضیت کے سوال کو حل کرتا ہے؟ مسلمانوں کے یہ ریفارمر ہیں اور ان سے بہتری کی توقع!!!

حائری لاہوری صاحب کی منطق

صفحہ نمبر ۴ تبصرہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور تدبر فی القرآن کو اپنا دستور العمل گردانو اور ہمچو من دیگرے نیست کو چھوڑو ۔ ہم آپ کو ایک نیک مشورہ دیتے ہیں اگر آپ نہیں یا جو رشید ہو اس کلام پر غور کر کے اس سے نتیجے تک پہنچئے

وَ قال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جاء کم بالبینت من ربکم وان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب (پ ۲۴ میں المومن ر ۸)

ترجمہ ۔ اور کہا ایک مرد نے جو مومن آل فرعون سے تہا اور اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تہا کہ کیا تم مار ڈالو گے ایک شخص کو جو کہتا ہے کہ پروردگار میرا اللہ اور آیا ہے وہ تمہارے رب کی طرف سے ساتھ مضبوط ظاہر دلیلوں کے ۔ اور اگر یہ ہے جھوٹا پس اوپر اس کے ہے جھوٹ اس کا ۔ اور اگر وہ سچا ہے

تو پہونچیگی تم اُنھیں اُنہیں سنتے جو یہ وعدہ دیتا ہے تم کو اور نہین پورا کرتا اس شخص کی بات کو جو حد سے گذرنے والا دروغ گو ہے۔ ایک امامیہ مفسر اس کی تفسیر یون لکھتا ہے کہ اگر بالفرض موسیٰ حد سے گذرنے والا دروغگو ہے۔ نبوت کے دعوے مین تو خدا تعالیٰ اس کو راہ راست نہ دکھلائیگا اور اس کو رسوا کریگا پس احتیاج اس کے قتل کی کیا ہے (دیکھو تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۱۷۹ جلد سوم۔

پھر خدا سے ڈر کر آپ اسی قول پر ہمارے امام وقت کی صداقت کو نہین پرکھتے کیونکہ اس جگہ حضرت حزقیل نے ایک عام اصول سچی بات پرکھنے کا بتلا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دعوے مین جھوٹا ہے تو اس جھوٹ کا وبال سپر پڑے گا اور خدا اس کو رسوا کرے گا اور اس مسرف کذاب کا کام کبھی پورا نہیں ہونے دیگا۔ غور کرو آیت کے آخری کلمات پر ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ پھر اے حق جو علماء اس وقت کہان ہو اور کیون اس کلام مین تدبر نہین کرتے ہو کیا پچیس ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ نہین ہوا اس امام وقت کا کام روز افزون اور اعجازی ترقی سے چل رہا ہے کیا خدا کا ہاتھ اس کی مدد مین نہین ہے کیا ایسے مسرف کذاب کو اقول شما خدا سے روز افزون ترقی نصیب کر رہا ہے پس یہ ہے ایک معیار صدق اور کذب کے لئے جو کافی ہے اگر کوئی خشیۃ اللہ رکھتا ہو اور تعصب اور جھوٹ اور تقلید کو رانہ کو ترک کرے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ
خاکسار نذر علی از مقام رہتم

نئی ڈائری

۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء دربار شام

کالجون اور مدرسون مین انجیل پڑھانے کے متعلق ذکر ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہمین تو تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ انجیل کو پیش کس خیال سے کرتے ہین اس کی تعلیم تو انسانی فطرت ہی کے خلاف پڑی ہوئی ہے انسان تو ایک درخت کی طرح مثال خیال کرو اور اس کی مختلف شاخون کو انسان کے مختلف قوے۔ انسان اس بات پر مجبور ہے کہ وہ مختلف اوقات پر مختلف قوے سے کام لیوے۔ کیونکہ اس کی فطرۃ مین اس کی پیدائش کے وقت سے ایسا ہی رکھا گیا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک انسان کو ایک وقت ایک بیجا اور بامحل غضب ہو تو اس کی جگہ حلم کرے۔ اور ہمیشہ ایک قوت سے کام لے دوسرے قوے کے ظہور کا موقع ہی نہ آوے۔ اگر ایسا ہی خدا نے کرنا تھا تو اتنے مختلف قوے کیون انسان کو دیئے اگر صرف ایک عفو اور حلم ہی دیتا باقی قوے سے جب کام لینا ہی گناہ تھا تو وہ عطا کیون کئے۔ نہین ایسا نہین بلکہ انسان کی انسانیت اور اخلاق فاضلہ ہی اسی مین ہین کہ محل اور موقع کے مطابق اپنے قوی کا بھی اظہار کرے۔ ورنہ انسان اور حیوانون مین مابہ الامتیاز کیا ہوا۔

ہم دنیا مین دیکھتے ہین کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اگر ان سے ایک دو مرتبہ عفو اور درگذر کیا جاوے اور نیک سلوک کیا جاوے تو اطاعت مین ترقی کرتے اور اپنے فرائض کو پوری طور سے ادا کرنے لگ جاتے ہین تو وہ شرارت مین اور بھی زیادہ ترقی کرتے اور احکام کی پرواہ نہ کر کے ان کو توڑ دینے کی طرف دوڑتے ہین۔ اب اگر ایک خدمتگار کو جو نہایت شریف الطبع آدمی ہے اور اتفاقاً اس سے ایک غلطی ہو گئی ہے اسے ٹھکرا مارنے اور پیٹنے لگ جاوین تو کیا وہ کام دیگا نہین بلکہ اس سے تو عفو کرنا اور درگذر کرنا ہی اسکے واسطے مفید اور اس کی اصلاح کا موجب ہے۔ مگر ایک شریر کو کہ جس کا بارہا تجربہ ہو گیا ہے کہ وہ عفو سے نہین سمجھتا بلکہ اور بھی شرارت مین قدم آگے رکھتا ہے تو اس کو تو ضرور سزا دینی پڑے گی اور اس کے واسطے مناسب یہی ہے کہ اسے سزا دیجاوے۔

اس..... قانون کے سوا انجیلی تعلیم پر چلکر تو انسانی تمدن کا نظام چل سکتا ہی نہین بھلا اگر ایسا ہی ان کا مذہب تھا تو پھر عدالتون کے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ عدالتون کے قوانین مین کیون سزائین مقرر ہین کسی مجرم کے واسطے کہین قانون مین عفو کا حکم نہین دیا گیا بلکہ ہر جرم کی سزا مقرر کی گئی ہے انجیلی تعلیم نے صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا ہے اگر ہمین خدا کی کتاب سے یہ امر نہ معلوم ہوتا کہ یہ مختص الزمان اور مختص المکان تعلیم ہے تو اسکے آسمانی اور الہامی ہونے مین تو ہمین انکار ہی کرنا پڑتا۔ کیونکہ ہماری بشری ضرورتون کے پورا کرنے کی اس مین وسعت نہین کیا اگر کسی شریر کو اس کی اصلاح کے لئے سزا دیجاوے تو وہ گناہ ہے اور کیا ایک ایسے شخص کو جو بدمعاش چوری کر کے لوگون کا مال مار چکا ہے اس کو عین محل پر سزا دیجاوے

تفسیر القرآن اور البشریٰ

مین خدا کا جسقدر شکر کرون وہ کم ہے کہ تفسیر القرآن کی اشاعت مین غیر معمولی طور پر احمدی قوم نے دلچسپی لی ہے اور ایک ہی نمبر کے بعد جبکہ ابھی دوسرا نمبر شائع نہین ہوا۔ یہ اشاعت ساڑھے پانچ سو تک پہنچ گئی ہے اور ابھی درخواستین آرہی ہین تفسیر القرآن کے متعلق روزانہ درخواستون کی اوسط اس وقت تین چار تک ہے جس سے امید کیجاتی ہے کہ دوسرے نمبر کی اشاعت تک جو کہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء کو انشاء اللہ تعالےٰ شائع ہوگا سات سو خریداران تک نوبت پہنچ جاوے گی اور اگر مین ان تمام خریدارون کو تفسیر القرآن کا پہلا نمبر بھیج سکتا جن کو پہلا پارہ بھیجا گیا تھا تو مین یقیناً کہتا ہون کہ ان مین سے بہت سے خریدار نکل آتے لیکن ان پورے نامون کا محفوظ نہ رکھا جانا مجھے اس امر مین مانع ہوا بہر حال مین دیکھتا ہون کہ خدا تعالےٰ نے اس کی قبولیت دلون مین ڈالدی ہے۔ اور یہ میری سعادۃ اور خوش قسمتی ہے۔ مین پہلے ظاہر کر چکا ہون کہ سال مین انشاء اللہ کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ چار پارے مکمل ہوسکین گے دوسرے پارے کے متعلق اس قدر گذارش کرنا ضروری ہے کہ ۴۸ صفحہ تک ان خریدارون کو بھیجا گیا ہے جن کی پیشگی قیمت دفتر مین پہونچی ہوئی تھی لیکن اگر کسی شخص کو الحکم کی اس اشاعت تک بھی نہ پہونچی ہو اور اس نے قیمت داخل کر دی ہوئی ہو تو اس کی اطلاع پر انشاء اللہ بھیجے جاوین گے بعض لوگ جو بالکل جدید خریدار ہین ان کو پہلے اور دوسرے پارہ کے نہ ملنے کی وجہ سے تعجب ہوتا ہے ان کو معلوم رہے کہ پہلا اور دوسرا پارہ الگ الگ طبع ہوئے ہین جنمین سے پہلے پارہ کی قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲/ ہے اور دوسرے پارے کی پیشگی قیمت ۱۲/ ہے پہلا پارہ مکمل ہے اور دوسرا بھی بہت جلد مکمل ہوجاویگا ان کو اپنا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے وہ منگوا لینے چاہیئے

البشریٰ کے متعلق بھی درخواستون کا سلسلہ جاری ہے اور امید کیجاتی ہے کہ جون تک کل تعداد پوری ہو جاویگی مین اس کے متعلق اب بہت تحریک اور ترغیب کی ضرورت نہین سمجھتا بعض لوگ سوال کرتے ہین کہ البشریٰ کیسے چل سکتا ہے کیونکہ

انوار احمدیہ پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مہتمم چھپکر شائع ہوا